نحمدہٗ ونصلّی علٰی رسولہ الکریم

افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

نور الایمان

عُرف

کلمۂ اسرار

مصنّف

خاکپائے پیر نبی خواجہ شیخ محمد فاروق شاہ قادری الچشتی افتخاری

معروف پیر عفی عنہ

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

نورالایمان

عرف

کلمۂ اسرار

مصنف

خاکپائے پیرنبی خواجہ شیخ محمد فاروق شاہ قادری الچشتی افتخاری

معروف پیر عفی عنہ

منجملہ حقوق بحقِ مصنف محفوظ ہیں

ارکان

نام کتاب : نورُالایمان عرف کلمۂ اسرار

مصنف : خواجہ شیخ محمد فاروق شاہ قادری الچشتی افتخاری معروف پیر

نوعیتِ اشاعت : بار اول

تعدادِ اشاعت : ۱۰۰۰ (ایک ہزار)

بموقع اشاعت : جشنِ غوث الاعظم و جشنِ پیر عادلؔ

مقامِ اشاعت : مالونی شریف، ممبئی

تاریخ اشاعت : ۲۶ / نومبر ۲۰۰۶ء مطابق ۳ / ذی القعدہ ۱۴۲۷ھ

طباعت : قاسمی پرنٹرس، ممبئی۔۳۔ فون: ۲۳۷۰۸۷۱۸

ہدیہ کتاب : ۵۰ روپئے

کتاب ملنے کے پتے

بھگت سنگھ نگر نمبر ا، مقابل مسجد طیبہ، لنک روڈ، گوریگاؤں (مغرب) ممبئی ۱۰۴

حضرت پیر فہمی، خانقاہِ قادری الچشتی عادل فہمی نوازی، عادل نگر، آکاش وانی گیٹ نمبر ۷
مالونی کالونی، ملاڈ (مغرب)، ممبئی ۹۵

عبداللہ شاہ قادری، غریب نواز نگر، کوکری آگار، ایس۔ ایم روڈ، انٹاپ ہل ممبئی ۳۷

ناصر قادری، محمدی لونڈری، خوابی کی چال، عیدگاہ میدان، جوگیشوری (ایسٹ) ممبئی ۶۰

فہرست

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱۔	انتساب	۴
۲۔	دعوت فکر	۵
الف	قلب مومن	۱۱
ب	قلب مسلم	۱۱
ج	قلب کافر	۱۳
۳۔	فضائل کلمہ طیب	۱۶
۴۔	توحید کے چار درجے	۲۴
الف	توحید کا پہلا درجہ	۲۴
ب	توحید کا دوسرا درجہ	۲۴
ج	توحید کا تیسرا درجہ	۲۵
د	توحید کا چوتھا درجہ	۲۷
۵۔	کلمہ طیب میں دو کفر چار شرک	۲۸
الف	کفر اوّل	۲۹
ب	کفر دوم	۳۲
ج	شرک اوّل	۳۶
د	شرک دوم	۳۸
ھ	شرک سوم	۳۹
و	شرک چہارم	۴۱
ز	غلط فہمی کا ازالہ	۴۲
۶۔	ملحد کے پانچ اقسام	۴۷
۷۔	ذکر روحی	۴۸
۸۔	ذکر کی اہمیت وذاکر کی فضیلت	۵۹
الف	افضل العمل	۶۳
ب	شب بیدار ذاکر کی فضیلت	۶۳
ج	اللہ تعالیٰ ذاکرین کا ہم نشین	۶۴
د	حضورؐ کو ذاکرین کی ہم نشینی کا حکم	۶۵
ھ	ذاکروں پر رحمتِ الٰہی کا سایہ	۶۶
و	ذاکروں کی روح اس کی مرضی سے قبض ہوگی	۶۷
ز	آخری کلام	۶۷
ح	غافلین کا حال	۶۷
۹۔	کلمہ طیب کلام بھی کلمہ بھی	۶۹
۱۰۔	کلمہ طیب بار امانت ہے	۶۹
۱۱۔	کلمہ طیب روح کا لباس	۷۲
۱۲۔	کلمہ طیب صوت سرمدی ہے	۷۳
۱۳۔	زیر، پیش، زبر کی عرفانی تفسیر	۷۳
۱۴۔	کلمہ طیب گنج مخفی ہے	۷۵
۱۵۔	تعلیم خاص راز فاش	۷۶

انتساب

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم.

لاکھ لاکھ شکر واحسان اس رب العالمین کا جس نے جامعِ انسانی عطا فرما کر اپنے محبوبِ پاک محمد رسول اللہ ﷺ کا امتی بنایا، کروڑوں درود وسلام آقائے نامدار مدنی تاجدار احمدِ مجتبیٰ محمد مصطفےٰ ﷺ وصد در صد شکر واحسان شہنشاہِ ولایت پیشوائے طریقت سیدنا عبدالقادر جیلانی محبوبِ ربانی وخواجہ غریب نواز ہند الولی عطائے رسول وتمام مشائخین رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کا جن کی روحانی امداد ہر دم وقدم پر شاملِ حال ہے۔

خاکسار نہ تو عالم ہے نہ معلم حقیر من فقیر خود بارگاہِ اہلِ طریقت کا ادنیٰ سا طالب علم ہے، یہ میرے پیرِ کامل سلطان الطریقت گنج الحقیقت برہان المعرفت حضرت خواجہ شیخ محمد عبدالرؤف شاہ قادری الچشتی افتخاری پیر فہمی مدظلہ العالی دامت برکاتہم کی بندہ پروری و ذرہ نوازی ہے جنہوں نے مجھ جیسے ناقص العقل کو اپنے دامنِ آغوش میں پناہ عطا کر کے اپنے علوم باطنی وفیوض ربانی واسرارِ مخفی کی لازوال دولت سے مالا مال کیا، جس کا ثمرہ کتابِ ھذا ''نور الایمان'' جو قارئین کے پیشِ نظر ہے۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

خاکپائے پیر فہمی خواجہ شیخ محمد فاروق شاہ قادری الچشتی افتخاری معروف پیر عفی عنہ۔

دعوتِ فکر

یوں تو سیّد بھی ہو مرزا بھی ہو افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو ''صحیح'' مسلمان بھی ہو

(علامہ اقبالؔ)

آج دنیا کا اکثر کلمہ گوخود کو مسلمان ہونے کا دم بھر رہا ہے۔حتیٰ کہ اس زعم باطلہ کے ثبوت کی خاطر خوں گیری پر آمدہ ہو چکا ہے۔اس لباس مسلمانی کے جُبّہ وقُبَہ میں ایسے لاتعداد ایمان خور شیاطین و منافقین ومشرقین پوشیدہ ہیں۔جنہیں کھلی آنکھ سے دیکھ کر بھی مومن و منافق کا پتہ نہیں چلتا۔مثلاً کسی برتن میں رکھے ہوئے پانی کو دیکھ کر کوئی بتا سکتا ہے کہ یہ پانی میٹھا ہے یا کھارا؟ ہرگز نہیں بتا سکتا جب تک اس پانی کو چکھ نہ لے۔ٹھیک اسی طرح سے لفظِ مسلمان میں افراق و امتیاز موجود ہے۔اس میں مومن و منافق پوشیدہ ومخفی ہیں۔حضرت خواجہ بندہ نواز گیسودراز علیہ رحمہ فرماتے ہیں۔

منہ سے کہیں شکر تو زباں کو نہیں مزہ
جس نے چکھا زبان پر لذّت وہی لیا

پانی کی پہچان چکھنے سے ہوگی اور مومن کی پہچان تحقیق کلمہ سے ہوگی۔حالانکہ قرآن مجید نے فرقانِ حمید کی روشنی میں ان منافقین کے اس خیالِ باطلہ کی نفی

کی بلکہ انھیں قلبی طور پر مریض ہونے کی سند بھی دی۔(و من .... فی قلو بھم مرض) ترجمہ: اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائے اور وہ ایمان والے نہیں فریب دینا چاہتے ہیں اللہ اور ایمان والوں کو اور حقیقت میں فریب نہیں دیتے مگر اپنی جانوں کو انھیں اس کا شعور نہیں۔ ان کے دلوں میں بیماری ہے۔(سورہ بقرہ آیت ۹_۸)

اب سوال یہ ہے کہ ہم مومن و مسلم و منافق کس کو کہیں تو فقہ اسلام نے اس مسئلہ کو دو خصوصیات میں درج فرمایا۔

اول اقرار باللسان۔دوم تصدیق بالقلب۔جیسا کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے۔'ایمان دل کی تصدیق اور زبان کے اقرار کا نام ہے' اور اعضاء کے اعمال نفس ایمان سے خارج ہے ہاں وہ ایمان میں کمال بڑھاتے ہیں اور حسن پیدا کرتے ہیں۔جو بھی کلمہ طیب کے ان دو مطالبات کو اچھی طرح پورا کرتا ہے ہم ان کو بلاشبہ از روئے اسلام مومن و مسلم کہہ سکتے ہیں۔حالانکہ مومن و مسلم میں بھی زمین و آسمان کا فرق موجود ہے۔ جیسا کہ سورۂ احزاب آیت ۳۵ میں مسلمان مرد اور مسلمان عورت،مومن مرد اور مومن عورت کا الگ الگ ذکر کر کے دونوں میں فرق واضح کیا گیا کہ ایمان کا درجہ اسلام سے بڑھ کر ہے جیسا کہ قرآن و حدیث کے دیگر دلائل بھی اس پر دلالت کرتے ہیں۔بحر حال میری تحریک کا مقصد "دعوت فکر" ہے ۔میں ان لوگوں کو دعوتِ فکر دے کر بیدار کرنا چاہتا ہوں جو محض زبانی جمع خرچ کو ایمان سمجھ کر جنت و حوروں کے خواب میں مبتلا ہیں۔میں ان لوگوں کو

دعوتِ فکر دیتا ہوں' جو اپنی لاشعوری کے باعث قلبی امراض میں گرفتار ہیں۔

میں ان لوگوں کو دعوت فکر دیتا ہوں' جو جکڑ الومولویوں کے دامِ فریب میں نظر بند ہو کر ان کے نقشِ پا کو ذریعۂ نجات سمجھ کر کولو کے بیل کے مانند چل رہے ہیں۔ خیر آمدم برسرِ مطلب' کلمہ طیبہ پڑھ کر سمجھنے اور سمجھ کر پڑھنے کے لئے پیش کیا گیا جس نے بھی ایک مرتبہ کلمہ طیبہ سمجھ کر پڑھا اس کے لئے کلمۂ طیب آنِ واحد میں ''کلیدِ مغفرت'' بن کر دروازۂ نجات کھول دیتا ہے۔ جیسے حدیث پاک میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ۔

مَانَجَاةُ هٰذَا الْاَمْرِ ؟ فَقَالَ مَنْ قَبِلَ مِنِّی الْكَلِمَةَ الَّتِی عَرَضْتُهَا عَلٰی عَمِّی فَرَدَّهَا فَهِیَ لَهُ نَجَاةٌ: . ترجمہ: اس دین میں نجات کا خاص نقطہ کیا ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا جس نے میرا لایا ہوا کلمہ میری دعوت پر قبول کرلیا۔ جو میں نے اپنے چچا پر پیش کیا تھا یہی کلمہ اصل نقطۂ نجات ہے۔

(مسند امام احمد)

زباں سے کہہ بھی دیا لَا اِلٰہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

(علامہ اقبالؔ)

حدیث پاک: مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَلْفَ مَرَّةٍ اِلَّا بِالتَّحْقِيْقِ فَهُوَ كَافِرٌ. ترجمہ: ''جس نے کلمہ طیب کو بغیر تحقیق ہزار بار کہا وہ کافر ہے۔''

بلاتحقیق تصدیق بالقلب ممکن نہیں اور بلاتصدیق زبانی اقرار سوائے دروغ گوئی کے کچھ بھی نہیں۔ حضرت پیر عادل بیجاپوریؒ فرماتے ہیں۔

"تحقیق کر تصدیق کر کلمہ گو بن جائے گا۔"

مثلاً اگر کسی جگہ کوئی حادثہ درپیش ہو جائے تو پولس والے آ کر پہلے معاملے کی تحقیق کرتے ہیں پھر حادثے کی تصدیق کرتے ہیں پھر تھانے میں جا کر اس حادثے کی گواہی دیتے ہیں۔

تحقیق کلمہ میں باریک نکتہ نفی واثبات ہے۔ جس میں دو کفر چار شرک چار توحید کے درجے پوشیدہ ہیں۔

حضور اکرم ﷺ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں مومن وہ نہیں جو مسجد میں جمع ہوتے ہیں اور زبانی طور پر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہتے ہیں۔ اے عمر رضی اللہ عنہ ایسے کلمہ گو حقیقت سے بے بہرہ اور بے خبر ہیں۔ یہ مومن نہیں ہیں بلکہ منافق ہیں کیونکہ زبان سے تو کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا اقرار کرتے ہیں لیکن کلمہ کا اصل معنیٰ سے ناواقف ہیں۔ انھیں خاک بھی پتہ نہیں ہے کہ کلمہ سے اصل مقصود کیا چیز ہے۔ یعنی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ تو کہہ لیتے ہیں لیکن ان کو کیا خبر کہ نیست سے کیا مراد ہے اور ھست سے کیا؟ ایسا شکی طور پر کلمہ کہنا شرک ہے اور شرک شک عین کفر ہے ایسے کلمہ گو کافر کہلاتے ہیں کیونکہ انھیں یہ نہیں معلوم کہ کلمہ میں کس کی نفی مراد ہے اور کس کا اثبات؟

(از گنج الاسرار خواجہ غریب نوازؒ)

اس لئے کلمہ طیبہ کے رشد و ہدایت کے واسطے پیر کامل کی اشد ضرورت ہے۔ تاکہ وہ اپنے علم و عمل سے طالب کے شک و شبہات کی نفی کر کے باطنی قوت سے کلمہ کے عروج و نزول طے کرا کے اس کو مجسّم کلمہ بنا دے۔ خیال رہے توحید کے بالمقابل شرک دستک دے رہا ہے ہر گناہ قابلِ عفو ہے سوائے شرک کے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَاءُ (سورۃ النساء آیت ۱۱۶) ترجمہ: یقیناً اللہ نہیں بخشے گا شرک کو اور بخش دے گا اس کے علاوہ گناہ جس کے چاہے گا۔

انجامِ سفر سوچا ہی نہیں منزل پہ چراغاں کیا ہوگا
تحقیق نہیں تصدیق نہیں پھر کامل ایماں کیا ہوگا
(حضرت پیر عادلؒ)

سلطان العارفین حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اے طالب میں تجھ کو کلمہ طیبہ کی تعریف بتلاتا ہوں، جاننا چاہئے کہ کلمہ طیبہ کی تہہ وصال ہے اور انتہا کلمہ طیبہ کی مشاہدہ الٰہی ہے۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ رسم کے مطابق کلمہ پڑھنے والے کو کلمہ کو نہیں جانتے۔ گو وہ زبان سے کلمہ پڑھتے ہیں۔ مگر وہ کلمہ ان کے حلق کے اندر سے نیچے نہیں اترتا ہے۔ بلکہ کلمہ زبانی اور ہے اور تصدیق اور ہے۔ پس جس کسی کو کلمہ کی معرفت حاصل ہوگئی وہ صاحب معرفت الٰہی ہے اور اس کی روح زندہ اور اس کا نفس فانی ہے۔ پس جو عشاق ہیں۔ وہی اس کلمہ کی تعریف کو جان سکتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ واصلِ حق ہوتے ہیں۔

ہم زمانے کو حقیقت کی ضیاء دیتے ہیں

قلبِ کافر کو مسلمان بنا دیتے ہیں

(حضرت پیر عادلؒ)

پیرِ کامل اہلِ دل ہوتا ہے اور دل والا ہی دل کی حقیقت سے آگاہی بخش سکتا ہے۔ جس سے تصدیق بالقلب کی دولت نصیب ہوتی ہے۔ واضح ہو قلب کے معنی الٹنے اور بدلنے کے ہیں دل کو بھی قلب اس لئے کہتے ہیں کہ وہ بائیں پہلو میں اُلٹا لٹکا ہوا ہے۔ جو مرکزِ حیات ہے۔ خون کو تمام جسم میں پہنچانا اسی کے ذِمّہ ہوتا ہے جسم میں سب سے پہلے جو شے حرکت کرتی ہے وہ دل ہے اور آخر میں جو عضو غیر متحرک ہوتا ہے وہ دل ہے۔

حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں ہر چیز کے دو پہلو ہوتے ہیں۔ ایک ظاہری دوسرا باطنی۔ اور قرآن کریم کے بھی معنیٰ کے دو پہلو ہیں۔ ایک ظاہری معنیٰ دوسرا باطنی معنیٰ۔ اس لحاظ سے قلب کے بھی دو پہلو ہیں ایک قلبِ ظاہری جو گوشت کا لوتھڑا ہے جسے قلبِ مجازی سے تعبیر کیا گیا۔ دوسرا قلبِ باطنی جو لطیفہ ربّانی جوہرِ لاثانی ہے جسے قلبِ حقیقی کے نام سے موصوف کیا گیا ہے۔ جو انسان کے ساتھ مخصوص ہے۔ جس کی وجہ سے انسان تمام مخلوق میں افضل ہوا۔ جس طرح گوشت کے لوتھڑے یعنی قلبِ مجازی کے ساتھ جان قائم ہے اسی طرح لطیفہ ربّانی یعنی قلبِ حقیقی کے ساتھ ایمان قائم ہے۔ لہٰذا قلبِ حقیقی کے اعتبار سے بھی تین طرح کے قلب ہوتے ہیں۔

اول قلبِ مومن: مومن کا قلب جو صفاتُ اللہ اسمِ مومن کا مظہر ہوتا ہے۔

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد پاک ہے۔ اللہ تعالیٰ مومن کے قلب کی طرف ہر روز تین سو ساٹھ مرتبہ نظر لطف و کرم فرماتا ہے۔ ہر نظر میں ابتدا اور اعادہ فرماتا ہے۔ نگاہِ لطف و کرم سے مراد ذکرِ قلبی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی توفیق عطا کرنا ہے۔ جس کے سبب بندۂ مومن کا قلب زندہ و جاوید رہتا ہے۔

بغیر ذکرِ خدا دل نہیں زندہ رہتا
دلِ مردار کو ہر جا پہ پریشاں دیکھا
(حضرت پیر عادلؒ)

حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں:۔ قَلْبُ الْمُومِنْ اَصْبَعِیْنَ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ ۔ (مسلم شریف) ترجمہ: مومن کا قلب رحمان کی دو انگلیوں کے درمیان ہے۔ دو انگلیوں کے معنی جلال و جمال ہیں کلمہ طیبہ کے دو جز ہیں۔ پہلا جُز توحید لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ جو جلال ہے دوسرا جز رسالت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ جو جمال ہے قلبِ مومن جلال و جمال کے درمیان رہنے کے باعث اس میں وسوسے شیطانی کا غلبہ کم حتیٰ کہ 'نا' کے برابر اور الہامِ رحمانی یعنی پاکیزہ خیالات کی کثرت زیادہ ہوتی ہے۔

دوسرا قلبِ مسلم: مسلم کا قلب تصدیقِ ایمان کی نعمت سے محروم ہوتا ہے۔

قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰکِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ

قُلُوبِکُمۡ۔ (سورۂ حجرات آیت ۱۴)

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ درحقیقت تم ایمان نہیں لائے لیکن تم یوں کہو کہ ہم اسلام لائے حالانکہ ابھی تک تمہارے دلوں میں ایمان داخل ہی نہیں ہوا۔

چونکہ بغیر تصدیق مسلم کا قلب غفلت کا محل بن جاتا ہے اس میں آہستہ آہستہ منافقت کا اندھیرا بڑھنے لگتا ہے جس کے باعث ان کے قلب میں وسوسے شیطانی کا غلبہ زیادہ و پاکیزہ خیالات کم ہوجاتے ہیں۔ اگر اس مرض کا علاج کسی قابل طبیبِ روحانی سے کرالیا جائے تو صحت ہوجاتی ہے ورنہ یہ مرض بڑھتے بڑھتے اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ دل میں اچھے خیالات کا آنا ہی بند ہوجاتا ہے اور کبھی یہاں تک ترقی ہوجاتی ہے کہ برے کاموں کو اچھا اور اچھے کاموں کو برا سمجھنے لگتا ہے اور بدکاروں کو عزیز رکھنے اور نیکوں کاروں سے نفرت کرنے لگتا ہے۔ اسی کو دل کی موت کہا جاتا ہے۔ بحرِ کیف یہ ضرور ہے کہ مسلم کو ایمان کی پوری دولت سے مشرف ہونا آسان ہے کیونکہ اس نے ایمان کی پہلی شرط اقرار باللسان واحکامِ شریعت میں گامزن ہے اس لئے مسلم کو ایمان کی دوسری شرط تصدیق بالقلب جو ایمان کی جڑ واصل ہے پانا آسان ہے بشرطیکہ اس نعمت کو کسی رہبرِ کامل سے پائے خود جگالی نہ کرے۔

ہیچ مرد خود بخود شیخ نشد
ہیچ آہن خود بخود تیغ نشد

ترجمہ: نہ کوئی لوہا خود بخود تلوار بن سکتا ہے نہ کوئی آدمی خود بخود درجۂ کمال کو پہنچ سکتا ہے۔ (مولانا رومیؒ)

تیسرا قلبِ کافر: قلب کافر بھی دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو نیک اعمال کرتا ہے مگر ایمان و اسلام کی دولت سے محروم ہے۔ قرآن مجید انھیں کافروں کو دعوتِ ایمان دیتا ہے۔ دوسرا کافر وہ قلب کافر ہے جو ایمان و اسلام کی نعمت سے محروم بھی ہے اور بداعمالیوں میں بھی پوری طرح گھرا ہوا ہے۔ اس کا مرض چوتھے درجہ تک پہنچ چکا ہے جس کا علاج ناممکن ہے۔ اس کا قلب پوری طرح سے مردار ہو چکا ہے۔ ان کے دلوں پر اللہ کی مہر لگ چکی ہے۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡ اسَوَآءٌ عَلَیۡھِمۡ ءَ اَنۡذَرۡتَھُمۡ اَمۡ لَمۡ تُنۡذِرۡھُمۡ لَایُؤۡمِنُوۡنَ ۔ خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوۡبِھِمۡ. (سورۂ بقرہ آیت ۷-۶)

ترجمہ: بیشک وہ جن کی قسمت میں کفر ہے انھیں برابر ہے چاہے تم انھیں ڈراؤ یا نہ ڈراؤ وہ ایمان لانے کے نہیں اللہ نے ان کے دلوں پر مہر کر دی۔

یہ نعمتِ کلمہ پائے وہی تحریر ازل میں تھا جس کے
کہلائے وہی محبوبِ خدا یہ خاص ہے نعمت عام نہیں
(حضرت پیر عادلؒ)

حاصلِ کلام: دل اللہ کا فضل ہے جو کہ ہر انسان کو ہدایت پر رہنے اور رب کو پہچاننے کے لئے عطا کیا گیا جو ذوق و شوق اور کشف کا سرچشمہ ہے اور ایمان کے رہنے کی جگہ اور اس کا برتن ہے جب اس پر ہی کفر کی مہر لگ گئی اور کفر سے وہ اس قدر بھر گیا کہ اس میں ایمان کی جگہ ہی نہ رہی تو اب ان کے ایمان کی کیا امید۔ **یاد رکھو،** جن کے دلوں پر مہرِ نبوت لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ ثبت نہیں ہے انھیں کے دلوں پر ختم اللہ علی

قلوب بھم رقم کردی جاتی ہے۔

جن کے قلب پہ مہرِ نبوت ثبت ہے معروفؔ
یہ وہ سکےّ ہیں جو ہر دور میں درکار ہوتے ہیں

لہٰذا قابل اعتبار قلب ۔قلبِ مومن ہی ہے جسے عرش اللہ، بیت اللہ کے خطاب سے نوازا گیا ہے۔قلبِ سلیم ،قلبِ شہید،قلبِ منیب ،قلبِ مومن کی ہی صفات کا نام ہے اگر مومنِ کامل کسی مسئلہ میں چاہے تو وہ اپنے دل سے فتویٰ لے سکتا ہے۔ارشاد خداوندی ہے۔لا یسعنی ارضی ولاسمائی ولکن یسعنی قلب عبدالمومن. ترجمہ:میری گنجائش نہ تو میری زمین رکھتی ہے اور نہ میرا آسمان ۔ہاں میری گنجائش میرے بندۂ مومن کا قلب رکھتا ہے۔(اس حدیث کو امام غزالی نے احیاء العلوم میں ذکر کیا ہے۔اور محدث ویلمی نے اسے مسند الفردوس میں بروایت انس بن مالکؓ ذکر کیا ہے۔حافظ سیوطی نے الدرر المنتشرہ میں اس حدیث کی تخریج کی ہے۔مکتوبات امام ربانی جلد سوم مکتوب ۲۸۷ میں اس کو نقل کیا ہے۔)

زہے قسمت کہ اپنی دھڑکنوں کی ہم زباں سمجھے!
حقیقت میں وہ مومن ہے جو کلمہ کا بیاں سمجھے!

(حضرت پیر عادلؔ)

قلب مومن کے اوصاف وحالات اس لئے پیش کئے گئے تا نکہ تم اپنا اپنا معائنہ و محاسبہ کرسکو۔اگر قلبی حالات اس کے برخلاف ہیں تو جلد کسی زندہ دل پیر کی طرف دوڑو وقت کم اور کام زیادہ ہے۔

یاد رکھو وہی بیج پھل دیتا ہے جو اچھی زمین میں صحیح حالت اور صحیح وقت پر بو دیا جائے پھر اسے مناسب ہوا اور پانی ملتا رہے اور پھر زمینی و آسمانی آفات سے محفوظ رہے برسات میں چھت اور دیواروں میں بعض دانے اُگ جاتے ہیں مگر وہ پھل نہیں دے سکتے کیونکہ ان کی زمین درست نہیں۔ اسی طرح کلمہ طیبہ جب ہی پھل دیگا جب دل کی زمین میں بویا جائے۔ محبتِ الٰہی کا پانی پائے رحمتِ الٰہی کی ہوائیں لگیں مخالفتِ انبیاء و اولیاء کی آفات سے محفوظ رہے۔ بنی اسرائیل کا تخم ایمان صرف زبان پر اُگا جس کا الٹا نتیجہ نکلا جس سے وہ اور زیادہ مردود ہو گئے۔ اگر کلمہ طیبہ کی صحیح کاشت ہو جائے تو ایسا پھل دیتا ہے۔ کہ سُبحَان اللّٰہ 'ایک آن میں مردود کو مقبول بنا دیتا ہے۔ خطاؤں کو مٹا دیتا ہے۔ رب کی عطائیں دلاتا ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے۔ ترجمہ: کیا تم نے نہ دیکھا اللہ نے کیسی مثال بیان فرمائی کلمہ طیبہ کی جیسے پاکیزہ درخت جس کی جڑ قائم یعنی تحت الثریٰ میں اور شاخیں آسمانوں میں ہر وقت اپنا پھل دیتا ہے اپنے رب کے حکم سے۔

(سورۂ ابراہیم آیت ۲۴۔۲۵)

کلمہ طیبہ کی جڑ مومن کے دل میں ہے اور شاخیں آسمانوں میں۔ زندگی و موت، قبر و حشر، ہر جگہ پھل دیتا ہے۔ اس درخت کے سائے میں عالم آرام کرتا ہے۔ مخلوق اس باردار درخت سے پھل کھاتی ہے یعنی فیض پاتی ہے۔

فضائلِ کلمۂ طیب

اللہ تعالیٰ اپنے ذکر کے تعلق سے فرماتا ہے۔ وَلَذِکْرُ اللّٰہُ اَکْبَرُ
ترجمہ: اور بے شک اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے۔ اپنے محبوب پاک ﷺ کے ذکر کے
تعلق سے فرمایا۔ وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ ترجمہ: اور ہم نے تمہارے لئے
تمہارا ذکر بلند کردیا۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر کی بزرگی اور حضور ﷺ کے ذکر کی
بلندی کو جب روحانی کیمیا بنایا جائے تو جو نسخۂ اکسیر تیار ہوگا وہ افضل الذکر
لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ہوگا۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ اللہ تعالیٰ کا دعویٰ
ہے تو مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اس کی دلیل ہے۔ دعویٰ جتنا پُر زور ہوگا دلیل
اتنی پُر زور ہوگی۔ حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے
فرمایا۔ اَفْضَلُ الذِکْرِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تمام اذکار میں افضل و اعلیٰ
ذکر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہِ ہے۔ (ابنِ ماجہ و نسائی)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ
نے فرمایا کہ میں نے جبرئیل سے سنا کہ حق سبحانہ تعالیٰ فرمایا کہ روئے زمیں
پر کلمۂ طیب سے اعلیٰ و افضل کوئی کلمہ نہیں اتارا۔ کلمۂ طیب کی برکت سے
زمین و آسمان اور تمام عالم کی اشیاء قائم ہے۔ درحقیقت یہی کلمہ اخلاص ہے،
یہی کلمہ شفاعت ہے، یہی کلمہ برتر ہے، یہی کلمہ بزرگ ہے، یہی کلمہ مبارک ہے،
اس کلمہ کو قرآن مجید و حدیثِ مبارکہ میں دیگر مختلف ناموں سے پکارا گیا۔
مثلاً کلمۂ اسلام، کلمۂ ایمان، کلمۂ نجات، کلمۂ تقویٰ، کلمۂ توحید و رسالت

کلمہ طیب وغیرہ۔

مُلّا علی قاریؒ فرماتے ہیں اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ تمام ذکروں میں افضل اور سب سے بڑا ذکر کلمہ طیب ہے کہ یہی دین کی وہ بنیاد ہے جس پر سارے دین کی تعمیر ہے۔ یہ وہ پاک کلمہ ہے کہ دین کی چکی اسی کے گرد گھومتی ہے۔ اسی وجہ سے صوفیاء اور عارفین کرام اس کلمہ کا اہتمام فرماتے ہیں۔ اور تمام اذکار پر اس ذکر کی ترجیح دیتے ہیں اور اس کی جتنی ممکن ہو کثرت کراتے ہیں کہ تجربہ سے اس میں جس قدر فوائد اور منافع معلوم ہوئے ہیں کسی دوسرے میں نہیں۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ اذکار میں سب سے زیادہ تفصیل والا ذکر پاک لَآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ہے۔ اگرچہ کہ اوراذکار بے شمار ہیں۔ لیکن بہترین وہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ کا ذکر پاک کامل واکمل ہوتا ہے۔

لَآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کلمہ توحید ہے۔ ایمان اس کے بغیر صحیح ہو ہی نہیں سکتا۔ اس کلمہ کو مداومت کے ساتھ پڑھنے اور ہمیشہ اس میں مشغول رہنے سے باطن کی تطہیر وتصفیۂ قلب ہوتا ہے۔ اور وہ تمام اسرار و رموز افشا ہوتے ہیں جو اسرار الٰہیہ کہے جاتے ہیں اس کلمۂ طیب میں عجیب ترین خواص اور نادر راز پوشیدہ ہیں۔ (اشعۃ اللمعات)

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا

كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِت وَّفَرْعُهَافِي السَّمَآءِ تُؤْتِي اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ بِاِذْنِ رَبِّهَا.

ترجمہ: کیا تم نے نہ دیکھا اللہ نے کیسی مثال بیان فرمائی پاکیزہ بات کی جیسے پاکیزہ درخت جس کی جڑ قائم اور شاخیں آسمان میں ہر وقت اپنا پھل دیتا ہے اپنے رب کے حکم سے۔ (سورہ ابراہیم آیت ۲۴۔۲۵)

کلمۂ طیبہ کی جڑ مومن کی زمین میں ثابت اور مضبوط ہوتی ہے اور اس کی شاخیں یعنی عمل آسمان میں پہونچتے ہیں اور اس کے ثمرات برکت و ثواب ہر وقت حاصل ہوتے ہیں۔

وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ ۣاجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَالَهَامِنْ قَرَار (سورہ ابراہیم آیت ۲۶)

ترجمہ:۔ گندی بات کی مثال جیسے ایک گندہ پیڑ کہ زمین کے اوپر سے کاٹ دیا گیا اب اسے کوئی قیام نہیں۔

کیونکہ کلمۂ خبیث کی جڑ اس کی زمین میں ثابت و مستحکم نہیں شاخیں اس کی بلند نہیں ہوتیں یہی حال ہے کفری کلام کا کہ اس کی کوئی اصل ثابت نہیں اور کوئی حجت و برہان نہیں رکھتا جس سے استحکام ہو نہ اس میں کوئی خیر و برکت کہ وہ بلندی قبول پر پہونچ سکے۔

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ۔ (سورہ ابراہیم آیت ۲۷)

ترجمہ: اللہ ثابت رکھتا ہے ایمان والوں کو حق بات پر دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔

حضرت ابو قتادہؓ فرماتے ہیں کہ دنیا میں قولِ ثابت سے مراد کلمۂ طیبہ ہے۔ اور آخرت میں قبر کا سوال و جواب مراد ہے۔ کیونکہ قبر آخرت کی پہلی منزل ہے۔ اور دنیا میں ان کی حیات کا خاتمہ ایمان پر ہوگا۔ لَـهٗ دَعْـوَةُ الْحَقِّ۔ (سورہ رعد آیت ۱۴) ترجمہ: اسی کا پکارنا سچا ہے۔

حضرت علیؓ اور حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ دعوت الحق سے مراد کلمہ طیبہ کی شہادت ہے۔

فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَ اَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَ كَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا (سورۃ الفتح آیت ۲۶)

ترجمہ: پس اللہ تعالیٰ اپنی سکینت (سکون و تحمل یا خاص رحمت) اپنے رسولؐ پر نازل فرمائی اور مومنین پر اور ان کو کلمۂ تقویٰ پر جمائے رکھا اور وہی کلمۂ تقویٰ کے مستحق اور اہل تھے۔

حضرت علیؓ حضرت عمر فاروقؓ حضرت ابوہریرہؓ و حضرت ابن عباسؓ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی نقل کیا ہے کہ کلمۂ تقویٰ سے مراد کلمہ طیبہ ہے۔

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا (سورۃ انعام آیت نمبر ۱۱۶)

ترجمہ: اور تیرے رب کا کلمہ صداقت اور انصاف و اعتدال کے اعتبار سے مکمل ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے کہا یا رسول اللہؐ

قیامت کے دن آپ کی شفاعت سے کون سب سے زیادہ بہرہ مند ہوگا۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا میں جانتا تھا کہ تم سے پہلے کوئی شخص اس معاملے میں مجھ سے سوال نہ کرے گا۔ کیونکہ میں حدیث کے معلوم کرنے میں تم کو زیادہ حریص پاتا ہوں۔ میری شفاعت سے بروز قیامت وہ شخص سب سے زیادہ بہرہ مند ہوگا جو خلوصِ دل سے اپنی ہر سانس میں لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا ذکر ادا کیا ہو۔ (بخاری شریف)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور کریم ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کا فرمان ہوگا جہنم سے ہر اس شخص کو نکال لو جس نے کلمۂ طیبہ کہا ہو اور اس کے دل میں ذرّہ برابر بھی ایمان ہو۔ (حاکم)

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اے لوگو! لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ مُـحَـمَّـدٌ رَّسُوْلُ اللّٰـہِ کا کثرت سے ورد کرنے والوں پر موت کے وقت کوئی گھبراہٹ نہ ہوگی۔ نہ ان لوگوں کو اپنی قبر میں کسی قسم کی کوئی وحشت ہوگی ۔ نہ حشر کے دن ان کو کسی طرح بے چینی ہوگی۔ گویا کہ مجھے اس وقت کا وہ منظر نظر آرہا ہے کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھنے والے اپنی قبروں سے اٹھ رہے ہیں اور اپنے سروں سے خاک جھاڑ رہے ہیں۔ اور یہ کہہ رہے ہیں کہ بے حد شکر و احسان ہے اس خدائے تعالیٰ کا جس نے تمام تکلیفیں اور آفتیں ہم سے دور فرما دیں اور کوئی رنج و غم ہمارے پاس نہ پھٹکا۔ (طبرانی۔ بیہقیؒ)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا لَا اِلٰـہَ اِلَّا

اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی کثرت سے گواہی دیتے رہا کرو اس سے پہلے کہ ایسا وقت آئے کہ تم اس کلمہ کو نہ کہہ سکو۔ (ابو العیلی)

حضور ﷺ نے فرمایا جس کا آخری کلام "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ" ہو تو اس کو جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ ایک اور حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو کوئی بندہ 'لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ' کا خلوصِ قلب سے قول کرے اور پھر اسی حال پر مرجائے تو یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ جنت میں نہ جائے۔ (بخاری و مسلم شریف)

حضور نبی کریم ﷺ نے ایک دفعہ حضرت ابو ہریرہؓ سے ارشاد فرمایا کہ جاؤ اور جو ایسا آدمی ملے جو یقینِ قلب کے ساتھ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی گواہی دیتا ہو اس کو میری طرف سے جنت کی بشارت سنا دو۔ (مسلم شریف)

حضرت عثمان غنیؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو کوئی اس حال میں دنیا سے گیا کہ وہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پر یقین و اعتقاد رکھتا تھا تو وہ جنت میں جائے گا۔ (مسلم شریف)

حضرت ابو طلحہؓ نے فرمایا جس نے کلمہ طیبہ کی تصدیق کی۔ جنت میں داخل ہو گا۔ (حاکم)

امامِ ربّانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ فرماتے ہیں کوتاہ نظر لوگ تعجب کرتے ہیں۔ کہ صرف لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنے سے دخولِ جنت کیسے میسر آئے گا۔ یہ لوگ اس کلمہ طیبہ کی برکات سے واقف نہیں۔ اس فقیر کو محسوس

ہوا ہے۔ کہ اگر تمام عالم کو صرف اس کلمۂ طیبہ کے طفیل بخش دیں اور بہشت میں بھیج دیں تو گنجائش رکھتا ہے۔ اور مشاہدے میں اس طرح آتا ہے کہ اگر اس کلمۂ مقدسہ کی برکات کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تمام عالم، پر تقسیم کرتے رہیں۔ سب کو کفایت کرتا اور سب کو سیراب کرتا ہے۔ تو اس کلمۂ طیبہ کی برکات کس قدر بڑھ جاتی ہیں۔ جب کہ اس کے ساتھ کلمۂ مقدسہ محمد رسول اللہ جمع ہو جائے۔ اور تبلیغ توحید کے ساتھ مل جائے۔ اور رسالت ولایت کی ساتھی بن جائے۔ ان دو کلموں کا مجموعہ ولایت و نبوت کے کمالات کا جامع ہے۔ اور ان دو سعادتوں کا پیشوائے راہ ہے۔ یہی کلمہ ہے۔ جو ولایت کو ظلمات ظلال سے پاک کرتا اور نبوت کو درجۂ علیا تک پہنچاتا ہے۔ اے اللہ! ہمیں کلمہ طیبہ کی برکات سے محروم نہ کر اور ہمیں اس پر ثابت رکھ۔ اور ہمیں اس کی تصدیق پر موت نصیب فرما۔ اور اس کی تصدیق کرنے والوں کے ساتھ ہمارا حشر فرما۔ اور ہمیں اس کی حرمت اور اس کی تبلیغ کرنے انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات والتحیات و برکات کی حرمت سے جنت میں جانا نصیب فرما۔ (مکتوباتِ امام ربانی جلد سوم۔ مکتوب ۳۷۔ ص ۱۰۴۲)

حضور ﷺ فرماتے ہیں ثَمَنُ الْجَنَّةِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ یعنی کہ جنت کی قیمت کلمہ طیب لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کا اقرار و تصدیق ہے۔

حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کلمۂ طیبہ کی شہادت جنت کی کنجیاں ہیں۔ (مسند امام احمد)

حضرت وہب بن منبہؒ سے پوچھا گیا کہ تمہارے لئے کلمہ طیب جنت کی کنجی نہیں؟ کہا ضرور ہے لیکن ہر کنجی کے لئے دندانے ہوتے ہیں۔ پس لائے تو دندانے والی کنجی کو کھولا جائے گا تیرے لئے اگر نہ لائے ایسی کنجی نہ کھولا جائے گا تیرے لئے۔ (بخاری شریف) دندانوں سے مراد یہاں اقرارِ باللسان اور تصدیقِ بالقلب ہے۔

رازدارِ حضور اکرم ﷺ حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے کہ اسلام ایسا دھندلا رہ جائے گا جیسے کپڑے کے نقش و نگار پرانے ہونے سے دھندلے ہوجاتے ہیں۔ کوئی روزہ کو جانے گا نہ حج کو نہ زکوٰۃ کو۔ آخر ایک رات ایسی ہوگی کہ قرآن کریم بھی اٹھالیا جائے گا۔ کوئی آیت اس کی باقی نہ رہے گی (اس وقت کے) بوڑھے مرد اور بوڑھی عورتیں یہ کہیں گی کہ ہم نے اپنے بزرگوں کو کلمہ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ پڑھتے سنا تھا ہم بھی اسی کو پڑھیں گے۔ حضرت حذیفہؓ کے ایک شاگرد صلہؒ نے عرض کیا، جب زکوٰۃ، حج، روزہ وغیرہ کوئی رکن نہ ہوگا تو یہ کلمہ کیا کام دے گا؟ حضرت حذیفہؓ نے سکوت فرمایا۔ صلہؒ نے پھر پوچھا، آپ نے سکوت فرمایا۔ صلہؒ نے پھر اصرار کیا کہ جب اسلام کا کوئی رکن نہ ہوگا تو صرف کلمہ پڑھ لینے سے کیا ہوگا؟ تیسری مرتبہ حضرت حذیفہؓ نے فرمایا۔ جہنم سے نکالے گا، جہنم سے نکالے گا، جہنم سے نکالے گا۔ یعنی ارکانِ اسلام ادا نہ کرنے کے باوجود کسی نہ کسی وقت اس کلمہ نجات کی برکت سے نجات ملے گی۔

توحید کے چار درجے

صوفیاء کرام کے نزدیک ازروئے شریعت و طریقت و حقیقت و معرفت اِجمالاً توحید کے چار درجے ہیں اور ہر درجہ میں مختلف حالت اہلِ توحید کی ہوا کرتی ہے۔

توحید کا پہلا درجہ: یہ ہے کہ ایک گروہ فقط زبان سے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہتا ہے مگر دل سے رسالت و توحیدِ حق کا منکر ہے۔ ایسے لوگ زبانِ شرع میں منافق کہے جاتے ہیں۔ یہ توحید مرنے کے وقت یا قیامت کے دن کچھ فائدہ بخش نہ ہوگی۔ سراسر وبال اور نکال آخرت کا باعث ہوگی۔ خدا محفوظ رکھے۔

توحید کا دوسرا درجہ: اس کی دو شاخیں ہیں ایک گروہ زبان سے لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ کہتا ہے اور تقلیداً اعتقاد رکھتا ہے کہ اللہ ایک ہی ہے کوئی اس کا شریک نہیں۔ جیسا کہ ماں باپ وغیرہ سے اس نے سنا ہے۔ اس جماعت کے لوگ عام مسلمانوں میں ہیں۔ دوسرا گروہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہتا ہے اور اعتقاد صحیح رکھتا ہے۔ علاوہ اس کے علم کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر سینکڑوں دلیلیں بھی رکھتا ہے۔ اس جماعت کے لوگ متکلمین، یعنی علمائے ظواہر کہلاتے ہیں۔ عام مسلمان و متکلمین یعنی علمائے ظاہر کی توحید وہ توحید ہے کہ شرکِ جلی سے نجات پانا، دوزخ سے رہائی، بہشت میں داخل ہونا اس کا ثمرہ ہے۔ البتہ اس توحید میں مشاہدہ نہیں ہے اس لئے اربابِ طریقت کے

نزدیک اس توحید سے ترقی نہ کرنا ادنیٰ درجہ پر قناعت کرنا ہے۔

توحید کا تیسرا درجہ: موحد مومن بہ اتباعِ پیر طریقت مجاہدہ و ریاضت میں مشغول ہے۔ رفتہ رفتہ یہ ترقی اس نے کی ہے کہ نورِ بصیرت دل میں پیدا ہو گیا ہے۔ اس نور سے اس کو اس کا مشاہدہ ہے کہ فاعلِ حقیقی وہی ایک ذات ہے۔

سارا عالم گویا کٹھ پتلی کی طرح ہے۔ کسی کو کوئی اختیار نہیں ہے۔ ایسا موحد کسی فعل کی نسبت کسی دوسری طرف نہیں کرسکتا۔ کیونکہ وہ دیکھ رہا ہے کہ فاعلِ حقیقی کے سوا دوسرے کا فعل نہیں ہے۔

درین نوع ہم شرک پوشیدہ است

کہ زیدم بیازرد و عمرم بکشت

(یعنی اس میں بھی شرک چھپا ہوا ہے کہ اگر کوئی کہے کہ مجھ کو زید نے ستایا اور عمرو نے مار ڈالا۔)

اب ہم ایک مثال دیتے ہیں اس سے توحید عامیانہ، توحید متکلمانہ اور توحید عارفانہ سبھوں کے مراتب کا فرق صاف صاف ظاہر ہو جائے گا۔

مثال: کسی سرائے میں ایک سوداگر اترا۔ اس کی شہرت ہوئی۔ لوگ اس کا مال و اسباب دیکھنے کو چلے اور ملاقات کے خواہاں ہوئے۔ ایک شخص نے زید سے پوچھا۔ بھئی، تم کچھ جانتے ہو فلاں سوداگر آیا ہے اس نے کہا ہاں صحیح خبر ہے۔ کیونکہ معتبر ذرائع سے مجھے معلوم ہوا ہے۔ یہ "توحیدِ عامیانہ" کی

مثال ہے۔ دوسرے نے عمرؔو سے دریافت کیا۔ اجی حضرت آپ کو اس سوداگر کا حال معلوم ہے۔ عمرؔو نے کہا۔ خوب ابھی ابھی میں اسی طرف سے آرہا ہوں۔ سوداگر سے ملاقات تو نہ ہوئی، مگر اس کے نوکروں کو دیکھا، اس کے گھوڑے دیکھے۔ اسباب وغیرہ دیکھنے میں آئے۔ ذرا شبہ اس کے آنے میں نہیں ہے۔ یہ "توحیدِ متکلمانہ" ہے۔ تیسرے شخص نے خالدؔ سے استفسار کیا۔ جناب اس کی خبر رکھتے ہیں کہ سوداگر صاحب سرائے میں تشریف رکھتے ہیں۔ خالدؔ نے جواب دیا۔ بے شک میں تو ابھی ابھی انہیں کے پاس سے آرہا ہوں۔ مجھ سے اچھی طرح ملاقات ہوگئی ہے۔ یہ "توحید عارفانہ" ہے۔

دیکھو زیدؔ نے سنی سنائی پر اعتقاد کیا۔ عمرؔو نے مال واسباب وغیرہ دیکھ کر دلیل قائم کی۔ خالدؔ نے خود سوداگر کو دیکھ کر یقین کیا۔ تینوں میں جو فرق مراتب ہے اس کے بیان کی اب حاجت نہ رہی۔ اہلِ طریقت کے نزدیک جس توحید میں مشاہدہ نہ ہو وہ توحید کی صورت اور توحید کا قالب ہے۔ مشاہدہ سے اعتقاد کو کوئی نسبت نہیں۔ کیونکہ اعتقاد دل کو خواہ مخواہ ایک چیز کا پابند کرلیتا ہے۔ اور مشاہدہ ہر بند کو کھول دیتا ہے۔ اور مشاہدہ سے استدلال کو بھی کوئی مناسبت نہیں۔ کیونکہ

پائے استدلالیان چوبیں بود
پائے چوبین سخت بے تمکین بود

(یعنی دلیلیں لانے والوں کا پاؤں لکڑی کا بنا ہوتا ہے۔ اور لکڑی کا پاؤں دیر تک قائم نہیں رہ سکتا۔)

توحید کا چوتھا درجہ: کثرت اذکار واشغال وریاضت ومجاہدہ کے بعد ترقی کرتے کرتے یہاں تک سالک ترقی کرتا ہے کہ بعض بعض وقت شش جہت میں اللہ تعالیٰ کے سوا اس کو کچھ نظر نہیں آتا۔ تجلیاتِ صفاتی کا ظہور اس شدت سے سالک کے دل پر ہوتا ہے کہ ساری ہستیاں اس کی نظر میں گم ہو جاتی ہیں۔ جس طرح ذرّے آفتاب کی پھیلی ہوئی روشنی میں نظر نہیں آتے۔

اس مقامِ تفرید میں پہنچ کر حقیقتِ وحدت الوجود اس طرح پر منکشف ہوتی ہے کہ سالک محو ہو جاتا ہے۔ تجلیِ ذاتی کل قصّوں کو طے کر دیتی ہے۔ اسم ورسم، وجود وعدم عبارت واشارت، عرش وفرش، اثر وخبر اس عالم اور اس دیار میں کچھ نہ پاؤ گے۔ کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ (یعنی یہاں ہر چیز کو فنا ہے) اس مقام کے سوا اور کہیں جلوہ گر نہیں ہوتا۔ کُلُّ شَیْءٍ هَالِکٌ اِلَّا وَجْهَهٗ (یعنی ہر چیز مٹ جانے والی ہے مگر اس کی ذات) اس جگہ کے سوا اور کہیں صورت نہیں دکھاتا۔

اَنَا الْحَقُّ وَسُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمَ شَانِیْ (یعنی پاک ہوں اور میری شان بہت بڑی ہے) یہاں کے سوا اور کہیں اس کا نشان ظاہر نہیں ہوتا۔ توحید بے شرک مطلق جو تم نے سنا ہے، وہ اس دارالملک کے سوا اور کہیں نہ دیکھنے پاؤ گے۔

توحید وجودی علم کے درجہ میں ہو یا شہود کے ابتدائی درجہ سے انتہائی درجہ تک پہنچے۔ ہر مرتبہ میں بندہ بندہ ہے۔ خدا خدا ہے۔ اسی لئے اَنَا الْحَقُّ وَسُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمَ شَانِیْ وغیرہ کہنا اگر صدقِ حال نہ ہو تو خود اہل طریقت کے نزدیک یہ کلمات کفریہ ہیں۔ اور جہاں صدق حال ہے بے شک وہاں کمال

ایمان کی دلیل ہے۔

اب تم چاروں درجوں کی توحید میں جو فرق ہے وہ اس مثال سے سمجھ سکتے ہو۔ اخروٹ میں دو قسم کے پوست اور ایک قسم کا مغز ہوتا ہے۔ پھر مغز میں روغن ہے۔

ا۔ منافقوں کی توحید پہلے چھلکے کے درجہ میں ہے۔ کیونکہ وہ چھلکا کسی کام میں نہیں آتا سوائے جلانے کے۔ یہ "منافقانہ ایمان" ہے۔

۲۔ عام مسلمانوں اور متکلموں کی توحید دوسرے چھلکے کے درجہ میں ہے یہ کچھ کارآمد ہوتا ہے۔ یہ "تقلیدی ایمان" ہے۔

۳۔ عارفانہ توحید مغز کے درجہ میں ہے۔ اس کا فائدہ اور اس کی خوبی ظاہر ہے۔ یہ "تحقیقی ایمان" ہے۔

۴۔ موحدانہ توحید روغن کے درجہ میں ہے۔ اس کی تعریف کی حاجت نہیں۔ یہ "حقیقی ایمان" ہے۔ حقیقی ایمان ہی ولایت ہے۔ دیکھو اخروٹ تو پورے مجموعہ کو کہتے ہیں۔ اسی طرح توحید تو ہر توحید کو کہتے ہیں، مگر درجات، ثمرات، قاعدے، ضابطے میں تفاوت ہزاروہزار ہیں۔

کلمۂ طیب میں دو کفر چار شرک

ایمان: کا معنیٰ شک کا کلّی طور پر زائل ہونا ہے شک اسی وقت رفع ہوگا جب یقین کا نور دل کی تصدیق سے منور ہوگا۔ لہٰذا کلمہ طیبہ کا خلاصہ کسی صاحبِ

دل سے حاصل کر جو دو کفر چار شرک کی آلودگی کو نکال کر بت خانہ دل کو توحید کا کعبہ بنا دے یہاں دو کفر چار شرک پر مختصر طور پر روشنی ڈالی جائے گی۔ مزید تفصیل اپنے رہبر کامل کی روشنی میں پاؤ۔

در کلمہ کفر دو شرک ست چہار
از طفیلِ مرشد کامل برآر
(مولانا رومی صاحب)

کفر ہے موجود کو کرنا نہاں
شرک ہے معدوم کو کرنا عیاں
(صوفی)

کُفرِ اوّل

ازروئے شریعت: 'لا اِلٰہ' کلمہ نفی ہے غیر الٰہ ' کو معبودِ حقیقی ماننا کفر ہے۔

اَفَرَأیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰھَهٗ ھَوَاهُ ترجمہ: کیا تم نے اس کو دیکھا جس نے اپنی خواہشات نفس کو اپنا معبود بنالیا ہے۔

نفسِ انسانی میں ہر خواہش ایک بت کے مانند ہے غرض نفسِ انسانی میں تین سو ساٹھ خواہشات تین سو ساٹھ بت موجود ہیں۔ جن میں سے پانچ بت (۱) ھُبل (۲) لات (۳) منات (۴) عُزیٰ (۵) طاغوت' بڑے اور قوی ہیں۔ جن کی نفی کے بغیر ایمان ناقص اور نفس ناپاک رہتا ہے۔

غیر 'اِلٰہ' کی نفی کا طریقہ پیرِ کامل سے پائے بغیر بلا فہم حقیقت لَا اِلٰہَ

گر کہے تو کفر ہے۔

ازروئے طریقت وحقیقت: خود کو ظاہر کرنا اور حق کو نہاں کرنا غفلت دوئی و کثرت میں رہنا ہی کفر مجازی ہے۔

وَاِنَّ فَرِیْقاً مِنْهُمْ لَیَکْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ.

(سورۂ بقرہ آیت نمبر ۱۴۶)

ترجمہ: اور بے شک ان میں ایک گروہ جان بوجھ کر حق کو چھپاتے ہیں۔

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَ تَکْتُمُوا الْحَقَّ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ

ترجمہ: اور حق سے باطل نہ ملاؤ اور دیدہ ودانستہ حق نہ چھپاؤ۔

(سورۂ بقرہ آیت ۴۲)

تحقیق سے کر کلمہ کا یقین

ہے کون یہاں اور کون نہیں

"لا" کلمۂ نفی ہے۔یہ نفی کس کی ہے؟ یہ معبود غیر حقیقی کی نفی ہے کیونکہ جو موجود بالذات نہیں وہ حق نہیں۔اور جو حق نہیں وہ معبود نہیں اس لئے غیر حق کی نفی شرطِ توحید ہے اس کے بالمقابل غیریت جو بے اعتباری اور وہم وخیال ہے۔

واقفِ اسرارِ خفی وجلی حضرت سید افتخار علی وطن صاحب قبلہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے دوصفت سے پیدا کیا ہے۔ایک حیوانی

دوسری ملکی ابتدا میں وصف حیوانی کا غلبہ رہتا ہے اس لئے بھولا ہوا رہتا ہے۔ جب شریعت وطریقت کے علم سے واقف ہوگا تو عبادت وریاضت سے اور مجاہدہ کے ذریعے وہ بھول رفع ہوگی تو سمجھ پیدا ہوگی کہ میں نہیں ہوں حق ہے۔

(عرفانِ وطن)

ہستی حق میں تو کر اپنا وطن

میں پنا کر حق کے میں پن میں دفن

تا بہ جاروب "لا" بہ روبی راہ کے رسی در مقام اِلاَّ اللّٰہ

(جب تک "لا" کی جھاڑو سے راستہ صاف نہ کروگے اِلاَّ اللّٰہ کی بارگاہ میں نہیں پہنچ سکتے۔)

شیخ المشائخ حضرت شیخ شرف الدین یحیٰ منیریؒ فرماتے ہیں کہ مقام توحید کے معاملات بہت نازک ہیں جس وقت مرید کی چشم باطن پر عالم توحید منکشف ہوتا ہے عالم ایجاد کے کل موجودات اس کو غیر نظر آتے ہیں اس وقت غیر کی نفی کو وہ شرط توحید سمجھتا ہے آخر آتشِ غیریت لہک اٹھتی ہے اور ماسوا اللہ کو جلا کر خاک سیاہ کر دیتی ہے۔ (مکتوبات صدی ص ۲۸۲)

حضرت خواجہ نقشبندی قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ الاقدس فرماتے ہیں، جو کچھ دیکھا' یا سنا' یا جانا گیا ہے وہ خدا تعالیٰ کا غیر ہے کلمۂ 'لا' کی حقیقت سے اس کی نفی کرنی چاہئے۔ (مکتوباتِ امام ربانی جلد اول ص ۱۱۳)

امامِ ربّانی مجدّد الفِ ثانی شیخ احمد سرہندیؒ فرماتے ہیں۔ لَیۡسَ

کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ اس کی مثل کوئی شئے نہیں یعنی بے مثل بے کیف ہے۔ علم شہود و معرفت کو ذات سبحانہٗ کی طرف راستہ نہیں مل سکتا جو کچھ لوگ دیکھتے ہیں یا جانتے ہیں یا پہچانتے ہیں سب اس ذات مقدس کا غیر ہے اس میں گرفتاری غیر میں گرفتاری ہے۔ لہٰذا اس کی نفی کرنا لازم ہے۔

(مکتوبات امام ربانی جلد اول ص ۱۲۸)

صرف کہ 'لا' کا سمجھنا ہی جو مشکل ہوگا
کیسے کہہ دوں کہ ہر ایک پیر بھی کامل ہوگا

(حضرت پیر عادلؒ)

کُفرِ دُوَم

ازروئے شریعت: اِلَّا اللّٰہ کلمہ اثبات ہے۔ معبودِ حقیقی کی نفی کفر ہے۔

ازروئے طریقت و حقیقت: حق کو ظاہر کرنا اور خود کو نہاں کرنا کفرِ حق ہے۔

وَ یَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ. (سورۂ نور آیت ۲۵)

ترجمہ: اور جان لیں گے کہ اللہ ہی صریح حق ہے۔

اِلَّا اللّٰہ سو اثبات ہے
مجھ میں نظر آتی سو اللہ کی ذات ہے

یہی کفر۔ کفرِ حقیقی ہے جس کے معنے دوئی کے بالکل دور ہو جانے اور کثرت کے کلی طور پر چھپ جانے کے ہیں جو کہ مقام فنا ہے۔

امام ربانی حضرت مجددِ الفِ ثانی شیخ احمد سرہندیؒ جس کے متعلق فرماتے ہیں ۔ یہ طریقت کا کفر شریعت کے کفر سے پوری طرح مناسبت رکھتا ہے ۔ اگر چہ شریعت کا کافر 'مردود' ہے ۔ اور سزا کا مستحق ہے اور طریقت کا کافر 'مقبول' ہے اور درجات کا مستحق ہے ۔ کیونکہ یہ کفر اور پوشیدگی محبوب حقیقی کی محبت کے غلبہ کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے ۔ اس نے محبوب کے سوا سب کو فراموش کر دیا ہے ۔ پس وہ مقبول ہوتا ہے ۔ اور شریعت کا کفر جہالت اور سرکشی سے پیدا ہوتا ہے تو وہ لازماً مردود ہے ۔

(مکتوبات امام ربانی جلد دوم ص ۱۲۲)

ایک اور جگہ فرماتے ہیں ۔ سب اسی جمع (پوشیدگی کا وطن) کے درخت کے پھل ہیں کہ ان کا سبب محبوب حقیقی کی محبت کا غلبہ ہے ۔ یہ محبوب کے علاوہ ہر چیز ان کی نظر سے پوشیدہ ہو چکی ہے ۔ اور محبوب کے علاوہ کوئی چیز مشہود نہیں رہی ۔ اور یہ مقامِ 'جہالت' اور 'حیرت' کا ہے ۔ لیکن یہ وہ جہالت ہے جو "محمود" ہے اور یہ وہ حیرت ہے جو "ممدوح" ہے ۔

(مکتوبات امام ربانی جلد دوم ص ۱۳۵۵)

اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی انسان نمک کی کان میں ڈال دیا جائے ۔ یہاں تک کہ وہ آہستہ آہستہ ایسی چیز بن جائے جو نمک کے احکام سے رنگی جائے ۔ یہاں تک کہ وہ پوری طرح نمک ہو جائے ۔ اس میں کوئی چیز اپنی نہ رہے، نہ ذات نہ صفت ۔ تو لازماً اس کا قتل کرنا بھی جائز ہو گا اور کاٹنا بھی اور اس کا کھانا بھی جائز ہو گا اور اس کی خرید و فروخت بھی مباح ہو گی ۔ ایک

مخلوق میں جب یہ صفت ہے کہ دوسری مخلوق کو اپنا ہم رنگ بنائے تو سلطانِ حقیقت میں یہ اصل اور یہ قوت کیوں نہ ہوگی کہ حالتِ استغراق میں سالک کو ایسے مشاہدے کی دولت سے مشرف کرے کہ صفاتِ بشریت اس سے زائل ہو جائیں اور عالم ملکوت میں پہنچ جائے، پھر مقامِ ملکی سے بھی اس کو آگے بڑھا دے یہاں تک کہ از روئے صفات وہ نیست ہو جائے۔ تجلّیِ ذاتی کا اس پر تصرف ہونے لگے، اس کی بولی کلامِ حق، اس کی سماعت سماعِ حق ہو جائے وہ صرف درمیان میں ایک بہانہ معلوم ہو۔

مشائخ عظام میں سے جس نے بھی بظاہر شریعت کے مخالف باتیں کہیں ہیں وہ سب کفر طریقت کے مقام میں تھے۔ جو کہ سکر و عالم مستی کا مقام ہے۔ یہ وہ کفر ہے جس کی خبر منصور حلاج نے دی اور وہ اسی کفر میں رہے اور اسی میں ان کی موت ہوئی۔

كَفَرْتُ بِدِيْنِ اللّٰهِ وَالْكُفْرُ وَاجِبٌ

لَدَيَّ وَعِنْدَ الْمُسْلِمِيْنَ قَبِيْحٌ

ترجمہ: میں نے اللہ کے دین کا کفر کیا۔ اور کفر میرے نزدیک واجب ہے۔ اور مسلمانوں کے نزدیک برا ہے۔

حضرت منصور حلاجؒ	انا الحق	میں خدا ہوں
حضرت خواجہ جنید بغدادیؒ	لیس فی جنتبی اِلاَّ اللّٰہ	نہیں میرے جبہ میں مگر اللہ
حضرت بایزید بسطامیؒ	سبحانی ماعظم شانی	میری شان پاک اور عظیم ہے

حضرت ابوبکر شبلیؒ انا اقوال انا اسمع وھل فی الدارین غیری

میں ہی کہتا ہوں میں ہی سنتا ہو بھلا میرے سوا کون ہے دو جہاں میں

اِنْ صَلَّیْتُ اَشْرَکْتُ وَ اِنْ لَمْ اُصَلِّ کَفَرْتُ

اگر میں نے نماز پڑھی تو شرک کیا اور نہ پڑھی تو کفر کیا۔

شیخ شرف الدین یحیٰ منیریؒ جب تک کافر نہ ہو مسلمان نہیں ہوتا

سید افتخار علی وطنؒ جلوۂ حق صورت بت میں نمایاں ہو گیا

تھا جو ایماں کفر ٹھہرا کفر ایماں ہو گیا

معنیٔ لفظِ انا الحق کو نہ پوچھ مجھ سے

ڈھونڈتا ہوں جو اسے آپ کو میں پاتا ہوں

حضرت پیر عادل بیجاپوریؒ فرماتے ہیں۔

عشق کے دریا میں ڈوبا اب جو ہونا ہو سو ہو

عشق کا فرہم بھی کافر جب جو ہونا ہو سو ہو

تنبیہ: وہ شخص جو کیف و سرور و عالم مستی سے گفتگو کرے اور سب کے ساتھ صلح کے مقام میں ہو اور سب کو صراط مستقیم پر سمجھے اور خالق اور مخلوق میں تمیز ثابت نہ کرے اور ان میں دوئی کا قائل نہ ہو۔ اگر ایسا شخص مقام جمع میں پہنچا ہوا ہے اور کفر طریقت سے متحقق ہو چکا ہے اور ماسوا کو بالکل بھول چکا ہے تو وہ مقبول ہے۔ اور اس کی باتیں سکر و مستی سے پیدا ہوئی ہیں اور ان کا ظاہری مطلب نہیں لیا جائے گا اور اگر وہ شخص اس حال کے حصول کے بغیر اور کمال کے پہلے

درجہ میں پہنچے بغیر اس طرح کی باتیں کرتا ہے اور سب کو حق پر اور صراط مستقیم پر جانتا ہے اور حق اور باطل میں تمیز نہیں کرتا تو وہ زندیق اور ملحد ہے۔

شرکِ اول

شرکِ جلی شرکِ فی الاسماء

شریعت میں ہر چیز کی ابتدا و انتہا فنا و بقا باسمِ اللہ سے ہے۔ اسم وہ ہے جو ذات پر دلالت کرے علم نحو کے اعتبار سے اسم کسی فعل کا محتاج نہیں بلکہ فعل اسم کا حاجت مند ہے اس لئے از روئے شریعت غیر اسمِ اللہ کو پکارنا یا غیر اسم اللہ کو یاد کرنا شرکِ جلی ہے۔

از روئے طریقت وحقیقت ظہورِ ہژدہ ہزار موجودات عالم آسماء الٰہی کے جلوے ہیں کیونکہ موجود بالذات صرف ذاتِ حق ہے اللہ تعالیٰ کا ہر اسم اپنا مسمّیٰ ومظہر چاہتا ہے چونکہ آسماء بغیر مظاہر بے اثر رہتے ہیں۔ جیسا کہ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اللہ تھا اور کوئی چیز اس کے ساتھ نہ تھی اور جب اس نے چاہا کہ اپنے پوشیدہ کمالات کو ظاہر کرے تو اللہ تعالیٰ اپنے کمالِ قدرت سے عالم عدم میں اپنے اسماء میں سے ہر اسم کے لئے مظاہر میں سے ایک مظہر متعین فرمایا، اور اس کو مرتبہ حس و وہم میں جب چاہا جس طریقہ پر چاہا پیدا کیا۔

(مکتوباتِ امام ربانی جلد دوم ص ۱۴۱۴)

اس کی مثال تیزی سے گردش کرنے والے نقطہ اور دائرہ موہومہ کی

سی ہے، موجود تو صرف وہی نقطہ ہے اور دائرہ خارج میں معدوم ہے۔ وہ خارج میں کوئی نام ونشان نہیں رکھتا لیکن اس کے باوجود اس دائرہ نے مرتبہ حس ووہم میں ثبوت پیدا کیا ہے۔ اور اسی مرتبہ میں بطریق ظلیّت اس کو چمک ودمک حاصل ہے۔

اسی لئے صوفیائے کرام کی نظر میں جس نے جملہ ذرّات عالمِ علوی و سِفلی غیب وشہادت کو مظہر اسماء الٰہیہ سے جدا سمجھا یا دیکھا اس نے دوئی کو لازم کیا پھر توحید کہاں رہی۔ شرک لازم ہوا، جو دو کو موجود جانا پس مشرک ہوا اس لئے اسم سے مسمّٰی کی پیروی کرے۔

حضرت سید افتخار علی وطن صاحب قبلہؒ فرماتے ہیں۔ جب سالک کی نظر سے اسماء وتعینات کا پردہ اٹھ جائے تو پھر اس کو بحرِ الوہیت کے سوائے دوسرا نظر نہیں آتا۔ ہر موجود کو ظہورِ ذات سمجھتا ہے اور جب توحید کا غلبہ ہوتا ہے۔ تو دوئی کی بوتک آنے نہیں دیتا، اس لئے بندہ بھی ذات کا ایک ظہور ہے، جیسا کہ حبابِ دریا ہے، اگر حباب کو حقیقت دریا کہا جائے تو کیا نقصان ہے۔ بشرط اسم وتعین کا پردہ اٹھا کر کہے تو عین عرفان ہے۔

مقامِ وصل میں سوچو تو اللہ ہے نہ بندہ ہے
فقط اک نام کی ہے قید قطرہ ہے نہ دریا ہے

حدیث پاک: ایک روز حضور سرکار دو عالم ﷺ سے مشرکوں نے سوال کیا کہ ہم لوگ اپنے ساتھ ایک ایک اللہ متفرق رکھتے ہیں جس کو آپ بت کہتے

ہیں اور آپ ایک اللہ کہتے ہیں۔ ایک کیونکر ہوگا۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہم تمام کی حقیقت کو ایک جان کر ایک دیکھ کر ایک ''اللہ'' کہتے ہیں۔

جب تو مٹے تو ہوگا غریقِ یم وصال
رکھکر خودی خدا کو پکارا تو کیا ہوا

جب دوسرا میں دوسرا موجود ہی نہیں
بت کو اگر میں خدا پکارا تو کیا ہوا

شرکِ دوم

شرکِ خفی شرک فی الافعال

ازروئے شریعت: حق تعالیٰ خیر و شر کا ارادہ کرنے والا اور ان دونوں کا پیدا کرنے والا ہے لیکن خیر سے راضی ہے لیکن شر سے راضی نہیں افعال کا پیدا کرنا حق تعالیٰ کی طرف منسوب ہے اور ان افعال کا کسب بندوں کی جانب منسوب ہے۔

ازروئے طریقت وحقیقت: حق تعالیٰ ہی فاعلِ حقیقی ہے۔

یَفْعَلُ اللّٰہُ مَایَشَاءُ وَیَحْکُمُ مَایُرِیْدُ ترجمہ: (اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو چاہے فیصلہ کرتا ہے۔) لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ ترجمہ: جو وہ کرتا ہے اس سے کوئی نہیں پوچھ سکتا۔ وَلَا تَتَحَرَّکُ ذَرَّۃٌ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ ترجمہ: بغیر حکم الٰہی ایک ذرہ بھی جنبش نہیں کرسکتا۔ کُلُّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَاْنٍ

ترجمہ: ہر وقت وہ ایک نئی شان میں ہے۔

فاعل مطلق وہی ہے سر بہ سر خالقِ افعال کا ہے سب اثر

ہے یہی شرکِ خفی اے باہنر شرک ہے کرنا توجہ غیر پر

طریقت وحقیقت میں اپنے اختیار سے اور تمام عالم کے اختیار سے باہر آنا ہے اور اس سے غرض یہ ہے کہ ایسے تمام حرکات وافعال کہ جن کو وہ اس سے پہلے اپنے اور دوسروں کی طرف منسوب کرتا تھا اور ان کو اپنی طرف سے اور نیز دوسروں کی طرف سے جانتا تھا ان سب کو وہ حق کی طرف نسبت کرنے اور سب کو حق تعالیٰ کی طرف سے جانے اور اپنے تمام افعال کو حق کی طرف ایسے خیال کرے جس طرح کنجی کی حرکت کو ہاتھ کے ساتھ نسبت ہے اور مُردوں کی جنبش کو غسل دینے والے کے ہاتھ کے ساتھ نسبت ہے۔ کسی شئے اور کسی چیز کو کسی غیر حق کی طرف نسبت نہ کرے کہ صوفیاء کرام کے نزدیک اس کا نام شرک فی الافعال ہے۔

شِرکِ سِوُم

شرک اخفی شرک فی الصفات

ازروئے شریعت: حدیث پاک میں حضور ﷺ نے فرمایا میری امت میں شرک اس چیونٹی کی چال سے زیادہ چھپا ہوا ہے جو اندھیری رات میں کالے پتھر پر چل رہی ہو۔ شریعت میں شرک اخفیٰ کے معنیٰ خدا کے سوا کسی دوسری شخصیت سے نفع اور نقصان کا دیکھنا ہے امید اور ڈر خدا کے سوا کسی

دوسری ذات سے کرنا ہے۔ مکاری وریا کاری کی باریکیاں اور بناوٹی پوشیدگی اور غروراور تکبر کے چھپانے کی کوشش کرنا اور لوگوں کی تعریف سے خوش ہونا اور اپنی مذمت اور برائی سن کر رنجیدہ ہونا ہے۔ ان اوصاف ذمیمہ سے خود کو پاک رکھنا چاہیے۔

ازروئے طریقت وحقیقت: اپنے تمام صفات کو نیز دوسروں کی تمام صفات کو صفاتِ حق جانے اور اپنی ہر صفت اور دوسروں کی ہر صفت کو کہ جس سے مراد علم' اور ارادت' اور مشیت' اور قدرت' اور سمع' اور کلام' وغیرہ ہے۔ جس طرح اسے پہلے اپنی طرف اور دوسروں کی طرف نسبت کرتا تھا اپنی ملکیت اور دوسروں کی ملکیت جانتا تھا سب کو حق کی طرف نسبت کرے اور حق کی صفات جانے۔

حضرت سید افتخار علی وطن صاحب قبلہ فرماتے ہیں۔ حقیقت نظر کو دیکھنا اس شرط سے کہ نظر سے حجاب حواسِ حیوانی دور ہوں تا کہ حواسِ انسانی کو پہنچے اور حواسِ انسانی سے آثارِ رحمانی دیکھنا چاہیے کہ حقیقت بینائی کیا ہے؟ اور اس بینائی میں بینا کون ہے؟ اگر اس کو سمجھے گا تو' مقامِ محمود' میں پہنچے گا۔ سماعت سے سننا وہ ہے کہ سننے والا کون ہے تمام بشر کے کانوں سے سننے والا ایک ہی ہے اور گویائی سے ہم کلام ہونا وہ کہ شانِ ناطقہ جو کلیم مطلق سے مشتق ہے جاننا چاہیئے کہ ہر لسانِ بشر سے وہی غیب اللسان ناطق ہے جس نے صفات کو اپنی یا غیر کی طرف یا صفات کو صفات اللہ نہیں سمجھا اس پر شرک فی الصفات لازم ہوگا۔

شرک چہارم

شرک فی الذات حق شرکِ فی الوجود

نہیں حق کے سوا موجود کوئی

یہی مطلب ہے لفظِ ماسوا کا (وطنؔ)

واضح ہو کہ کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ میں دو لفظ قابل غور ہیں۔(۱) اِلٰہَ (۲) اللہ ترجمہ اس کلمہ کا یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی اور ''اِلٰـــہَ'' نہیں ہے یعنی ساری کائنات میں ایک ہستی 'اِلٰہَ' ہے اور اس کا نام 'اللہ' ہے۔ جس کو حکماء اپنی اصطلاح میں واجب الذات یا واجب الوجود کہتے ہیں۔ قرآن اسے اپنی اصطلاح میں اِلٰہَ سے تعبیر کرتا ہے اس کا نام اللہ رکھتا ہے۔ اِلٰہَ وہ ہے جو واجب الوجود ہو۔ اللہ کے سوا کوئی 'اِلٰـــہَ' نہیں ہے یعنی اللہ کے سوا کوئی واجب الوجود نہیں ہے۔

واجب الوجود اسے کہتے ہیں جو از خود موجود ہو جس کا ہونا ضروری اور نہ ہونا محال ہو اور جس کا وجود خانہ زاد ہو یعنی جسے غیر نے وجود عطا نہ کیا ہو، جو اپنے وجود میں کسی کا محتاج نہ ہو جس کا وجود مستقل بالذات اور حقیقی ہو چونکہ واجب کا وجود ذاتی ہوتا ہے اس لئے اس کے کمالات بھی ذاتی ہوں گے، یعنی وہ غنی ہوگا اسے کسی اعتبار سے بھی غیر کی محتاجی نہ ہوگی۔

قرآن حکیم کا بغور مطالعہ کرنے سے معلوم ہوگا کہ جتنے کمالات اور

جس قدر اوصاف اِلٰـہ کے ہیں وہی صفات واجب الذات یا واجب الوجود کے بھی ہیں۔ بطورِ نمونہ چند آیات آگاہی کے لئے درج کی جاتی ہیں۔

اِلٰـہ: واجب الوجود

اَللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْم لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ لَہٗ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ (سورہ بقرہ آیت ۲۵۵)

اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ آپ زندہ اوراوروں کا قائم رکھنے والا اُسے نہ اونگھ آتی ہے نہ نیند اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں۔

الف: اللہ وہ ہے کہ ساری کائنات میں اس کے سوا کوئی اِلٰـہ (واجب الوجود) نہیں ہے یعنی اس کی الوہیت کا اقتضاء یہ ہے کہ

ب: وہ خود بخود زندہ ہے اور ساری کائنات اسی کے سہارے قائم ہے۔

ج: اگر وہ نہ ہوتا تو ساری کائنات بھی نہ ہوتی۔

د: اسے نہ اونگھ آتی ہے نہ نیند، یعنی وہ تمام مادی اور جسمانی نقائص اور عیوب سے پاک ہے

ھ: ساری کائنات اس کی خادم مطیع مملوک اور فرمانبردار ہے۔

لَوْ کَانَ فِیْھِمَا اٰلِھَۃٌ اِلَّا اللّٰہُ لَفَسَدَتَا. ترجمہ: اگر زمین وآسمان میں اللہ کے علاوہ کوئی دوسرا اِلٰـہ (واجب الوجود) بھی ہوتا تو زمین وآسمان دونوں تباہ وبرباد ہوجاتے۔

یہ بات تو ثابت ہوگئی کہ کائنات میں اللہ کے سوا کوئی ہستی اِلٰـــہَ یا واجب نہیں ہے جب اللہ ہی اِلٰـــہَ ہے واجب الوجود ہے اس کے سوا کوئی واجب الوجود نہیں ہے تو ساری کائنات یقیناً ''ممکن الوجود'' ہے جسے علم منطق وفلسفہ میں ''ممکن الوجود'' کہتے ہیں۔ قرآن اسے مخلوق کہتا ہے اور اس کی تعریف کرتا ہے جو حکماء نے ممکن کی بیان کی ہے۔

ممکن وہ ہے جس کا وجود ذاتی نہ ہو جس کا حقیقت وجود نہ ہو بلکہ عدم ہو جس کا وجود کسی دوسرے پر موقوف ہو جو کسی کے موجود کرنے سے موجود ہوگیا ہو۔ یا یھا الناس انتم الفقراء الی اللہ و اللہ ھوا لغنی الحمید ترجمہ: اے لوگو! تم سب اللہ کے محتاج ہو اور اللہ تو غنی اور حمید ہے یعنی کسی کا محتاج نہیں ہے۔

الف: اللہ تو غنی اور حمید ہے یعنی فلسفہ کی اصطلاح میں واجب الذات ہے۔

ب: انسان (کائنات) محتاج الی اللہ ہے یعنی کائنات کی ہر شئے اللہ کی محتاج ہے یعنی فلسفہ کی اصطلاح میں 'ممکن الوجود' ہے۔

اللہ واجب ہے اس کی ذات کا تقاضا وجود ہے ماسوا اللہ ممکن ہے اس کی ذات کا تقاضا عدم ہے اسی لئے قرآن نے اللہ کو حق اور ماسوا اللہ کو باطل قرار دیا ہے۔

جب یہ معلوم ہوگیا کہ واجب کی حقیقت وجود ہے اور ممکن کی حقیقت عدم ہے تو اب یہ سمجھو کہ جس کی حقیقت عدم ہے جب واجب اسے موجود کرتا ہے یعنی خلعتِ وجود عطا کرتا ہے تو اس کا وجود محض عارضی ظلی یا مجازی یا

اعتباری یا ذہنی ہوتا ہے پورے حقیقت وجود کا اطلاق اسی پر نہیں ہو سکتا اس کا وجود کیا ہے محض ظلی یا موہوم کوئی ممکن حقیقی معنی میں موجود نہیں ہوتا کیونکہ ہو نہیں سکتا حقیقی معنی میں صرف 'اِلٰہُ' ہی موجود ہے جسے قرآن اللہ کہتا ہے اور اربابِ تصوف اسی صداقت کو جو لاَ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ میں بیان ہوئی ہے اپنی اصطلاح میں یوں کہتے ہیں۔ لاموجود الا اللہ خلاصۂ کلام۔ لاَ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ کا مطلب ہے۔

الف : لاَواجب الوجود اِلَّا اللّٰہ یعنی

ب : لاَ مُوْجُوْدٌ فِی الْحَقِیْقَۃِ اِلَّا اللّٰہُ یعنی

ج : لاَ مُوْجُوْدٌ اِلَّا اللّٰہُ

غلط فہمی کا ازالہ: حضرات صوفیاء کرام فرماتے ہیں جب تک تعینات کا پردہ پڑا ہوا ہے کوئی شی خدا نہیں ہے کیونکہ ہر متعین شی مقید ہو جاتی ہے۔ خدا ہر مقید اور متعین سے بری ہے یعنی مطلق ہے۔ مقید اور مطلق میں غیریت ہے۔

اس لئے ذاتِ حق ذات اشیاء میں غیریت ہے اگرچہ وجود کے اعتبار سے ہر شی خدا ہے مگر ذات کے اعتبار سے ہر شی غیرِ خدا ہے۔ اس لئے کسی شی کی طرف اشارہ نہیں کر سکتے کہ وہ شی خدا ہے۔

اس نازک منطقِ فرق کو ایک مثال کے ذریعہ سمجھئے حضراتِ صوفیہ یہ نہیں فرماتے کہ "یہ کائنات جلوۂ ذات ہے"۔

بلکہ اس بات کو یوں ادا فرماتے ہیں۔ کہ "جلوۂ ذات یہ کائنات ہے"

ایک ناواقف کار کی نظر میں دونوں جملے یکساں ہیں، مگر جو لوگ اس کوچہ سے آشنا ہیں وہ جانتے ہیں کہ دونوں جملوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ "غور کیجئے" جب آپ یہ کہتے ہیں کہ "یہ کائنات" تو آپ پہلے اپنے ذہن میں بھی اور سامع کے ذہن میں بھی کائنات کی ہستی کا اثبات کرتے ہیں، پھر اسے جلوۂ ذات قرار دیتے ہیں۔ اس طرح آپ کائنات اور ذات دو ہستیوں یا دو وجودوں کو تسلیم کر لیتے ہیں اور ارباب علم جانتے ہیں کہ یہ "وحدت الوجود" نہیں ہے بلکہ "اتحاد الوجود" ہے جو اسلام کی رو سے کفر و الحاد ہے۔ کائنات جلوۂ ذات نہیں ہے کیونکہ کائنات کا بذات خود وجود ہی کہاں جو اسے مبداء قرار دیا جائے۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ جلوۂ ذات بسبب تعینات بشکل کائنات نظر آ رہا ہے چونکہ فی الحقیقت موجود ہے اس لئے اس کا اثبات نہ خلاف عقل ہے نہ خلاف شرع۔

اگر اس حقیقت کو ملحوظ خاطر رکھا جائے تو خود بخود غلط فہمی کا ازالہ ہو جائے گا۔ بحر کیف' حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں اللہ کی واحدنیت کے دو معنی ہیں۔ علمائے ظاہر کے نزدیک وحدانیت کے معنی یہ ہیں کہ 'معبود صرف ایک ہے دوسرا کوئی معبود نہیں' ہے۔ حضرات صوفیہ کے نزدیک ایک معنی یہ ہے کہ 'موجود صرف ایک ہے دوسرا کوئی موجود نہیں' ہے۔

منجملہ ان آیات کے جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ صرف ایک ذات

حق موجود ہے۔

فَاَیْنَمَا تُوَ لُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰه ترجمہ: پس تم جس طرف رخ کرو وہیں اللہ کی ذات موجود ہے۔ وَهُوَ مَعَكُمْ اَیْنَمَا كُنْتُمْ ترجمہ: اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں بھی تم ہو۔ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ

ترجمہ: اللہ ہی نور ہے آسمانوں اور زمینوں کا۔ (نور کا معنیٰ ہے جو بذات خود ظاہر ہو اور دوسروں کو ظاہر کر دے یعنی اللہ ہی اس کائنات کی حقیقت ہے)

هُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ وَ الظَّاهِرُ وَ الْبَاطِنُ . وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْم

ترجمہ: وہی ذات حق ہر شئی کا اول ہے وہی ہر شئی کا آخر ہے وہی ہر شئی کا ظاہر ہے (ہر شئی سے وہی ظاہر ہو رہا ہے) اور وہی ہر شئی کا باطن ہے اور وہ ذات پاک ہر شئی کا علم رکھتی ہے۔ اَلَا اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍ مُحِیْط ترجمہ: آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ ہی ہر شئی کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ كُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ. ترجمہ: اللہ کی ذات کے علاوہ ہلاک و فانی ہے یعنی ذات حق کے علاوہ کوئی شئی حقیقی معنیٰ میں موجود نہیں ہے۔

اسی لئے صوفیاء کرام فرماتے ہیں۔ اللہ کے علاوہ کسی کو (۱) معبود حقیقی (۲) مقصودِ حقیقی (۳) مطلوبِ حقیقی (۴) موجودِ حقیقی ماننا شرک ہے۔

لَا معبود اِلَّا اللّٰه	لَامقصود اِلَّا اللّٰه
لَامطلوب اِلَّا اللّٰه	لَاموجود اِلَّا اللّٰه

حکایت: حضرت صوفی سرمد شہید رحمۃ اللہ علیہ پر الزام تھا کہ آپ پورا کلمہ نہیں پڑھتے تھے، آپ 'لَا اِلٰهَ' سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے، آپ کو مجلس کے

سامنے بلایا گیا، اس مجلس میں علاوہ اورنگ زیب کے علماء وفضلائے عصر بھی موجود تھے۔ اورنگ زیب نے علماء کو مخاطب کر کے کہا، ''اس سے کہو کہ کلمۂ طیب پڑھے'' آپ سے کلمۂ طیب پڑھنے کو کہا گیا۔ آپ نے عادت کے موافق، لاَ اِلٰـہَ پڑھا، جب علماء نے یہ جملہ نفی سنا تو سخت برہم ہوئے، آپ نے جواب دیا کہ ''ابھی تو میں نفی میں مستغرق ہوں، مرتبہ اثبات تک نہیں پہنچا ہوں اگر ''اِلَّا اللّٰہ'' کہوں گا تو جھوٹ ہوگا۔ علماء نے آپس میں طے کیا کہ آپ کا یہ فعل کفر ہے۔ اس فعل سے توبہ لازمی ہے۔ آپ نے توبہ نہ کی علماء نے فتویٰ دیا کہ قتل جائز ہے۔ دوسرے دن آپ قتل گاہ میں لے جائے گئے۔ جب جلاد نے چمکتی تلوار لے کر آپ کے پاس آیا۔ آپ اسے دیکھ کر مسکرائے نظر اٹھائی اور نظر ملائی اور یہ تاریخی الفاظ فرمائے ''میں تیرے قربان ہوں آ۔ آ کہ جس صورت میں بھی آئے میں تجھ کو خوب پہچانتا ہوں

شہادت کے بعد آپ کے سر سے تین بار 'لاَ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہ' کی آواز سنائی دی۔ آپ کے سر نے صرف کلمہ ہی نہیں پڑھا بلکہ کچھ دیر حمد باری تعالیٰ میں بھی مصروف رہا۔

ملحد کے پانچ اقسام

۱۔ ملحدِ شریعت : جو خلاف شرع کام کرکے خود کو محقق سمجھے۔

۲۔ ملحدِ طریقت : گزربسر کی خاطر اور حصول زر کے لئے مخلوق کی خدمت کرے۔

۳۔ ملحدِ حقیقت : دعویٰ فقر کے باوجود غیروں کی خوش آمد کرنے والا۔

۴۔ملحدِ معرفت : عارف ہونے کے دعویٰ کے باوصف غیروں کو دیکھنے والا۔

۵۔ملحد وحدت: محبوب کو حاضر وناظر جانتے ہوئے بھی دعا کو ہاتھ اٹھا کر طالبِ امداد رہنے والا۔

ذکرِ روحی

اَفْضَلُ الذِکْرِ لاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

ادباً کہوں گا عیسیٰ تیری مجال کیا ہے
عاشق رسولؐ کا بھی مردے جلا رہا ہے

(حضرت پیر عادلؒ)

''ذرا غور کیجئے'' آخر وہ کون سے مردے تھے؟ جنہیں سیدنا غوثِ پاک رضی اللہ عنہ و دیگر اولیائے کاملین نے زندہ فرمایا۔ اگر طبعی طور پر اولیاء کرام نے کسی مُردے کو زندہ کیا تو یہ کرامت، اولیاء کرام کی صداقت کی دلیل ضرور بن سکتی ہے۔ مگر مردے کو اس سے کچھ فوائد حاصل نہ ہوں گے۔ کیونکہ مردہ ایمان بالغیب کے حکم سے خارج ہو چکا ہے کیونکہ دیکھ کر ایمان لانا اور ہے، ایمان لا کر دیکھنا اور۔ اولیاء کاملین کی ذات سراپا فیض و برکات کا سرچشمہ ہوتی ہیں۔ کہ یہ جسے زندہ کر دے مقام فنا سے مقام بقا میں پہنچا دے پھر بھلا کون ہے؟ جو انھیں مردہ کر دے۔ اور ان کا نام و نشان مٹا دے۔ اس طرح کی کرامت کو ''کرامتِ معنویہ'' اور اس طرح فیضی ولادت کو

"ولادتِ ثانیہ" کہا جاتا ہے ۔ یہ کرامت ہر اولیاء کرام و مشائخ عظام کو حاصل ہے۔ انسان کی شناخت اس کے دم سے کی جاتی ہے کہ گویا وہ 'زندہ' ہے یا 'مردہ'۔ جیسے حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَلْاَنْفَاسُ مَعْدُوْدَاتٌ وَکُلُّ نَفْسٍ یَخْرُجُ بِغَیْرِ ذِکْرِ اللّٰہِ فَھُوَمَیِّتٌ. ترجمہ:۔ انسان کی سانسیں گنتی کی ہوتی ہیں۔اور جو سانس بغیر ذکر (لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ) کے نکلے پس وہ مردہ ہے۔ایک اور حدیث میں ہے۔

مَثَلُ الَّذِیْ یَذْکُرُ اللّٰہَ وَالَّذِیْ لَایَذْکُرُ اللّٰہَ مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ

ترجمہ: جو شخص اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے، اور جو نہیں کرتا ان دونوں کی مثال زندہ اور مردہ کی سی ہے۔ یعنی ذاکر زندہ اور غافل مردہ کے مانند ہے۔ حالانکہ زبانی طور پر ذکر کرنے والوں کی کمی نہیں جسے ذکر للسان دو ہونٹ ہلے ایک زبان سے تعبیر کیا جاتا ہے اس طرح زبانی ذکر سے چند فائدے ضرور ہوتے ہیں کہ وہ فضول گوئی سے بچ جاتا ہے مگر قلب کو اس سے کوئی جنبش نہیں ہوتی اور نہ مذکور کا مشاہدہ نصیب ہوتا ہے۔ مذکور کا مشاہدہ تو قلب کے مصفا ہونے کے بعد ہی ہوسکتا ہے۔اور قلب بغیر ذکر قلبی کے مصفا نہیں ہوسکتا۔ جیسا کہ حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے اِنَّ لِکُلِّ شَیْءٍ صِقَالاً وَصِقَالاَ الْقَلْبُ ذِکْرُ اللّٰہِ تَعَالیٰ

ترجمہ: بے شک ہر چیز کی صفائی کے لئے کوئی چیز ہوتی ہے اسی طرح قلب کو پاک و مصفا کرنے کے لئے اللہ کا ذکر ہے۔

حدیث میں چونکہ ذکر کو دل کی صفائی کا ذریعہ بتایا گیا ہے اس لئے کہ ہر عبادت اسی وقت عبادت ہو سکتی ہے جب اخلاص سے ادا ہو۔ اور اخلاص کا مدار دلوں کی صفائی پر ہے اسی وجہ سے صوفیاء کرام نے کہا ہے کہ اس حدیث میں ذکر سے مراد ذکرِ قلبی ہے نہ کہ ذکرِ لسانی۔

وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا ترجمہ: اور اس کی اطاعت نہ کریں جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا۔ (سورۂ کہف آیت: ۲۸)

اس آیت میں واضح دلیل ہے کہ اُن کی اطاعت نہ کریں جن کے دل ہماری یاد سے غافل ہیں۔ دوسرے لفظوں میں اُن کی اطاعت کریں جن کے دل میں ہماری یاد ہے۔ ذکرِ قلبی کے ثبوت میں اس سے بڑی دلیل اور پیش نہیں کی جا سکتی۔

عقلی دلیل : کبھی کسی ماں نے بیٹے سے یہ نہیں کہا کہ بیٹا میری زبان تمہیں بہت یاد کرتی ہے۔ بلکہ ہمیشہ یہی کہے گی کہ بیٹا میرا دل تمہیں بہت یاد کرتا ہے۔ معلوم ہوا کہ جسمِ انسانی میں یاد کا مقام انسان کا قلب ہے۔ جبکہ زبان سے اس کا اظہار ہوتا ہے۔

مملکتِ بدن میں دل سلطان الاعضاء کا حکم رکھتا ہے اور سارے اعضائے ظاہرہ و باطنہ دل کے تابع ہیں اور دل جس کے ساتھ وابستہ ہو جاتا ہے سارے ہی اعضاء اس کے ساتھ ہو جاتے ہیں۔

حدیثِ نبویؐ **اِنَّ فِیْ جَسَدِ ابْنِ اٰدَمَ لَمُضْغَةً فَاِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ ، اَلَا وَهِیَ الْقَلْبُ**

ترجمہ: بے شک انسان کے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست

ہوتا ہے۔ تو سارا بدن درست ہوتا ہے۔ اور جب وہ خراب ہوتا ہے تو سارا بدن خراب ہوتا ہے۔ سن لو کہ وہ قلب ہے۔ (بخاری شریف)

آج بھی اہلِ سلسلہ قادریہ عالیہ خلفائیہ کے مشائخِ عظام اپنے مریدین کو تصدیق بالقلب لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اس طرح ادا کرواتے ہیں کہ دل کی ہر دھڑکن توحید و رسالت کی شہادت دینے لگتی ہے ۔ یہ ذکر بالقلب کا ہی اعجاز ہے کہ آج بھی سینکڑوں اہلِ سلسلہ نیند کی حالت میں بھی کلمہ طیبہ کے ذاکر ہیں۔

حضور ﷺ کا ارشاد ہے۔ تَنَامُ عَیْنَا وَلَا یَنَامُ قَلْبِی ترجمہ: میری صرف آنکھ سوتی ہیں قلب نہیں سوتا۔ (مسند ابو داؤد)

ذِکْرُ لِلِّسَانِ لَقْلَقَةٌ وَذِکْرُ الْقَلْبِ وَسْوَسَةٌ وَذِکْرُ الرُّوْحِ مُشَاهِدَةٌ. یاد رکھو: ذکر قلبی نفس مطمئنہ کے جانب اٹھنے والا پہلا قدم ہے اور ذکر روحی نفس مطمئنہ کا دروازہ ہے۔ اور ذکر سرّی جو قیل و قال سے باہر ہے جس کے متعلق صرف اتنا کہا جا سکتا ہے کہ یہ ذکر مقام اخفیٰ سے جاری ہوتا ہے جس کی وجہ سے ہمیشہ آنکھوں میں خمار سا رہتا ہے۔

بہر کیف پیرِ کامل روحانی کسان کے مانند ہے جو دل کی مردہ و بنجر زمین کو قوتِ باطنہ کی کھاد و آب دیتا ہے اور پھر ذکر روحی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا ہل چلاتا ہے اور توجہ خاص سے کچھ دنوں میں دل کی مردہ زمین سر سبز و شاداب ہو جاتی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعاً وَّخِيفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ترجمہ: اور اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کرو (ذکرِ قلبی) زاری اور ڈر سے اور بے آواز نکلے زبان سے (ذکرِ خفی) صبح اور شام اور غافلوں میں نہ ہونا۔ (سورۂ اعراف آیت ۲۰۵)

الف : وَاذْكُرْ رَبَّكَ اپنے رب کا ذکر کرو۔ یہ صیغہ فعلِ امر ہے۔ جس سے ذکر کی تاکید، تلقین، رغبت ثابت ہوتی ہے۔

ب: فِي نَفْسِكَ ترجمہ: اپنے دل میں، اپنے خیال میں، اپنی روح میں، اپنی جان میں، اپنی ذات میں، اپنی سانس میں، اپنے دم میں، کیا جا سکتا ہے۔ مگر اپنی زبان سے' تو ہرگز نہیں کیا جا سکتا۔

لہٰذا صوفیائے کرام پر اعتراض کرنے والے اس فرمانِ الٰہی کو غور سے پڑھیں اور خود ہی فیصلہ کریں کہ ذکر بالقلب اور ذکر خفی وغیرہ کے جو اصول و قواعد صوفیہ نے مرتب فرمائے ہیں وہ کتاب و سنت کے مطابق ہیں یا خلاف۔

مسند ابو یعلیٰ میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ ذکر خفی جس کو فرشتے بھی نہ سن سکیں ستر درجہ دو چند ہوتا ہے جب قیامت کے دن حق سبحانہ' تمام مخلوق کو حساب کے لئے جمع فرمائیں گا اور کراماً کاتبین اعمال نامے لے کر آئیں گے تو ارشاد ہوگا فلاں بندہ کے اعمال دیکھو کچھ اور باقی ہیں وہ عرض کریں گے ہم نے کوئی بھی ایسی چیز نہیں چھوڑی جو لکھی نہ ہو اور محفوظ نہ ہو۔ تب ارشاد ہوگا کہ ہمارے پاس

اس کی ایسی نیکی باقی ہے جو تمہارے علم میں نہیں، وہ 'ذکر خفی' ہے۔

بیہقی نے شعب میں سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ جس ذکر کو فرشتے بھی نہ سن سکیں وہ اس ذکر سے جس کو وہ سنیں ستر درجہ بڑھا ہوا ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

میانِ عاشق و معشوق رمزیست
کراماً کاتبین راہم خبر نیست

یعنی محبّ و محبوب میں ایک ایسی رمز بھی ہے جس کی کراماً کاتبین کو بھی خبر نہیں ہوتی۔

حدیث میں ارشاد ہے۔ کل دم حاضرة من ذکر الخفی فھو مومن . کل دم غافلة من الذکر الخفی فھو میت

ترجمہ: یعنی جو دم حاضر ہے ذکر خفی سے پس وہ مومن ہے اور جو دم غافل ہے ذکر خفی سے پس وہ جاہل ہے۔ (فضائل تبلیغ صفحہ ۲۰ شیخ الحدیث مولوی محمد زکریا صاحب)

سلطان باھوؒ فرماتے ہیں۔ فقہ کا ایک مسئلہ سیکھنا ایک سال کی عبادت کے برابر ہے۔ ایک دم خدا تعالیٰ کا نام لینا اور اس کی یاد میں رہنا ہزار سال کے ثواب سے افضل ہے۔ کیونکہ فقہ کا پڑھنا اور تلاوت قرآن کرنا عبادت ظاہری ہے جس کی قضا ممکن ہے اور گزرے ہوئے وقت کی قضا ممکن نہیں۔

(عین الفقر۔ ص ۱۲)

نفس کی آمد و شد ہے نماز اہلِ یقین
جو یہ قضا ہو تو پھر دوستو قضا سمجھو

فَاذْکُرُو اللّٰہَ قِیَاماً وَّ قُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِکُمْ ترجمہ: پس اللہ کی یاد کرو

کھڑے اور بیٹھے اور کروٹوں پر لیٹے ہوئے۔ (سورۃ نساء آیت ۱۰۳)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہر فرض کی حد معین فرمائی سوائے ذکر کے اس کی کوئی حد نہ رکھی۔

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد پاک ہے۔ لم یود الفرض الدائم لن یقبل اله فرص الوقت. ترجمہ: یعنی جو شخص فرض دائمی ادا نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس کے وقتی فرض کو قبول نہیں فرماتا۔ چار وقتی فرض یہ ہیں: نماز، روزہ، حج اور زکوۃ اور دائمی فرض لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ہے۔ پس طالب حق کو اس دائمی فرض سے غافل نہیں رہنا چاہیے۔ چنانچہ شیخ الاسلام حضرت خواجہ قطبُ الدین مودود چشتی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

مزن بے یادِ مولیٰ یک نفس را
اگر در صو معدیا کشتی

پس انسان کو سانس لیتے وقت اور باہر نکالتے وقت ہر حالت میں ذاکر رہنا چاہیے تاکہ اس دائمی ذکر سے دل کی اصطلاح ہو، جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ لِكُلِّ شَیْءٍ مُصْقِلَةٌ وَمُصْقِلَةُ الْقَلْبِ ذِكْرُ اللّٰهِ.

بعض درویش ایسے بھی ہیں جن کی زبان ساکن ہوتی ہے اور دل یادِ الٰہی میں مشغول ہوتا ہے جس کو خود اپنے کانوں سے سن لیتا ہے۔

(مفتاح العاشقین، چوتھی مجلس)

حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اصلی زندگی وہی ہے جو یادِ حق میں گزرے اور جو اس کے علاوہ وہ

بمنزلۂ موت ہے۔

غافل زاحتیاطِ نفس یک نفس مباش
شاید ہمیں نفس نفسِ واپسیں بود

ترجمہ: اے غافل اپنی سانس کی آمدوشد سے ایک سانس کے لئے بھی غافل نہ رہ۔ ہوسکتا ہے کہ یہی سانس تیری زندگی کی آخری سانس ہو۔

حضرت سلطان باہو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں، یاد رکھو جو شخص تمام عمر روزہ رکھے، نماز پڑھے، حج کرے، زکوٰۃ دے، شب و روز تلاوتِ قرآن کرتا رہے۔ مگر کلمۂ طیبہ ادا نہ کرے یا اس سے ذرا بھی انحراف کرے وہ ہرگز مسلمان نہیں ہے۔ اور کوئی عبادت اس کی مقبول نہیں۔ جیسے کافر یا اہلِ بدعت واستدراج کی تمام عبادت رائیگاں ہے۔ کیونکہ حدیث میں اَفْضَلُ الذِّکْر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ' آیا ہے۔ عبادت ذکر کی محتاج ہے اور اہل ذکر و فکر غیر محتاج ہیں۔ جس شخص کے دل میں تصدیق ایمان نہیں ہے اسے ذکر بھی حاصل نہیں۔ ایسے شخص کو مومن و مسلمان بھی نہیں کہہ سکتے۔

اب جاننا چاہیے کہ تصدیق قلبی کس چیز سے حاصل ہوتی ہے۔ تصدیق قلبی ذکر قلب سے حاصل ہوتی ہے اور ذکر قلب مرشد واصل الی اللہ سے، جس کی یہ صفت ہو یُحْیِ الْقَلْبَ وَ یُمِیْتُ النَّفْسَ (جو نفس کو مارے اور قلب کو زندہ کردے) جس طرح زبان ایک عضو ہے، یہی دل کا حال ہے۔ وہ اعضائے جسمانی میں سے ایک عضو ہے جس طرح کہ زبان بلند آواز سے کلمۂ طیبہ پڑھتی ہے دل بھی اسی طرح کہ زبان بلند آواز سے

کلمہ طیبہ پڑھتی ہے دل بھی اسی طرح آواز سے کہنے لگتا ہے۔ لَا اِلٰـــہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اور اپنے کانوں سے سنتا بھی ہے۔

ہر سانس کے آنے جانے میں کلمہ کے سوا پیغام نہیں
دربارِ الٰہی میں ایسا بڑھ چڑھ کے کوئی انعام نہیں
(حضرت پیر عادلؒ)

حضرت خواجہ بندہ نواز گیسودراز بلند پرواز رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

نفس ہے اک ایک اپنا جان ہے اک ایک نبی علیہ السلام
غیرِ ذکرِ حق ہوئے قتل ہے اک ایک صحی
نہیں کیا انفاس کا کچھ پاس تو اے تبتغی
یعنے ستر مرتبہ کعبہ کو توڑا اے اخی

شمس العارفین میں ہے کہ انسان کے وجود میں دو دم ہیں۔ ایک وہ جو اندر جاتا ہے۔ دوسرا وہ جو باہر آتا ہے۔ ان دموں پر دو فرشتے موکل ہیں۔ جب انسان اندر کی طرف دم لیتا ہے تو موکل اللہ تعالیٰ کے حضور میں عرض کرتا ہے کہ پروردگار میں اندر دم قبض کروں یا پھر باہر جانے دوں۔ اور دم جب باہر جاتا ہے تو بھی یہی عرض کرتا ہے اور وہ دم جو اسمِ اللہ کے تصور سے باہر نکلتا ہے وہ نورانی صورت میں بارگاہِ الٰہی میں چلا جاتا ہے، اور مثلِ موتی کے ہوجاتا ہے کہ جس کی قیمت کا مقابلہ دونوں جہان کے اسباب بھی نہیں کرسکتے۔ اور وہ بے بہا موتی ہے۔ اسی واسطے فقیروں کو اللہ کا خزانچی کہتے ہیں۔ (شمس العارفین باب دوم ص ۱۲-۱۱)

محک الفقراء میں سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث نقل کی ہے کہ جب بندہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہتا ہے تو اس کے سانس سے ایک سبز پرندہ پیدا کیا جاتا ہے۔ کہ اس کے پر موتی اور یاقوت سے ہوتے ہیں۔ اور وہ عرش کے نیچے جاتا ہے اور کانپتا ہے۔

خدا تعالیٰ کا فرمان ہوتا ہے کہ اے پرندہ ساکن ہو۔ وہ کہتا ہے خداوندا کیونکر ساکن ہوں کہ اس کلمہ پڑھنے والے کو تو نہیں بخشتا ہے۔ فرمان ہوتا ہے کہ ہم نے بخش دیا اس کو۔ (محک الفقراء ص ۳۰۷)

ایک اور جگہ فرماتے ہیں کلمۂ طیب سراسر تاثیر رکھتا ہے۔ اِدھر اقرار زبانی ہوا۔ اُدھر تصدیق قلبی ہوگئی۔ پس جس وقت تصدیق درست ہوئی اس وقت کلمہ طیب لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی تاثیر تمام جسم کے وجود میں سرایت کر جاتی ہے۔ اور نفس فانی ہو جاتا ہے۔ اور ہر ایک دل کی روح کے ساتھ مصافحہ اور ملاقات روحانی ہو جاتی ہے۔ بشرطیکہ توفیق حق رفیق ہو۔ اور اس وقت ولایت اولیاء اللہ کے مراتب پر مثل حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہ کے و حضرت سلطان بایزیدؒ کے پہنچ جاتی ہے

(محک الفقراء ص ۹۱)

ذکرِ روحی سے جسے پیار ہوا
اللہ والوں میں وہ شمار ہوا

(حضرت پیر عادلؒ)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ’’قولِ جمیل‘‘ میں

اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ میں ابتدائے سلوک میں ایک سانس میں لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دوسو مرتبہ کہا کرتا تھا۔ (القول الجمیل شفآء العلیل ص ۸۵)

پس ازسی سال ایں معنی محقق شد بہ خاقانی
کہ ایک دم باخدا بودن بہ از ملک سلیمانی

تیس سال کی مسلسل تحقیق و جانفشانی کے بعد خاقانی پر یہ نکتہ کھلا کہ دم بھر کا ذکرِ الٰہی حضرت سلیمان علیہ السلام کی بادشاہی سے کہیں بہتر ہے۔ اپنی ایک ایک سانس کی نگہبانی کرنے والے اولیاء وصالحین نے ایک لمحہ کی غفلت بھی گوارہ نہ کی اور ہر حال میں نفس کی آمد وشُد پہ کڑی نظر رکھی۔

حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عورتوں کا معاملہ ہمارے معاملہ سے بہتر ہے کیونکہ وہ ہر مہینے میں غسل کرکے ناپاکی سے پاک ہوتی ہیں۔ اور ہمیں ساری عمر پاکی کا غسل نصیب نہ ہوا۔ اللہ اکبر اور آپ نے فرمایا کہ اگر ایک بار ساری عمر میں لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ بایزید رحمتہ اللہ علیہ سے صحیح اور درست نکل آئے تو پھر بایزید رحمتہ اللہ علیہ کو کسی سے خوف نہیں ہے۔

سرکار پیر عادل بیجاپوری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ہر سانس کو پوچھے گا محشر میں خداوندا
ہر سانس میں کلمے کو ہم ڈٹ کے سنا دیں گے

پس راہِ سلوک میں ہر طالبِ مولا پر فرض ہے کہ دم کی نگہبانی کرے۔

نفس کی آمد شد کی جو کرتا ہے نگہبانی

اسی پر منکشف ہوتے ہیں اسرارِ خدا دانی (ذاکر)

اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْآ اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِاللّٰهِ

ترجمہ: کیا ایمان والوں کے لئے اس کا وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر کے لئے جھک جائیں۔ (سورۂ حدید آیت ۱۶)

ذکر کی اہمیت و ذاکر کی فضیلت

"بس تیرا ذکر کرتا رہوں میں"

قرآن مجید و حدیث مبارکہ میں جگہ جگہ ذکر کی اہمیت اس کی بزرگی اس کی عظمت کو بیان کر کے ذکر کی رغبت دلائی گئی کہ ذکر کرنے کو ایمان کی علامت اور ذکر سے غفلت اور سستی کو ناشکری اور کفر کی نشانی کی وعید سنائی گئی۔ صحابہ کرام و اولیاء کرام کے اقوالِ زریں و عملی زندگی جس کا زندہ نمونہ ہیں۔

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ترجمہ: خبردار ہو جاؤ اللہ ہی کے ذکر میں دلوں کا سکون ہے۔ (سورۂ رعد آیت ۲۸)

آج دنیا کے تقریباً لوگ اضطراب قلب و ذہنی تناؤ میں مبتلا ہیں۔ اس بیماری کے پیشِ نظر میڈیکل سائنس نے بے شمار ایسی دوائیاں ایجاد کی ہیں جس کے استعمال سے وقتی طور پر راحت نصیب ہو سکتی ہے مگر دوسری طرف اس دوا کے کثرت استعمال سے مضر اثرات دامن گیر ہو جاتے ہیں۔

"اِدھر تدبیر کرتے ہیں اُدھر تقدیر ہنستی ہے" وقت و پیسے کی بربادی کے ساتھ

ساتھ صحت کی خرابی بھی حاصل جمع ہوجاتی ہے۔ مگر قربان جایئے الرحم الرحمین پر جس نے ہر درد کی دوا اور ہر پریشانی کا حل اپنے مقدس و برتر نسخۂ کیمیاء اثر ''ذکر'' میں پوشیدہ رکھا ہے یہ اطمینانِ قلب کی دولت جس کو میسر ہوجائے سمجھو وہ غنی ہوگیا۔ یہ اطمینانِ قلب اور کامل یکسوئی ہی تھی جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پیر سے بحالتِ نماز تیر نکالے جائیں اور آپ کو مطلق خبر نہ ہو۔ اس نسخۂ ذکر کے متعلق ارشاد خداوندی ہے'' ذکرا کثیرا'' یعنی زیادہ سے زیادہ ذکر کیا کرو۔ جس کے کوئی مضر اثرات نہیں بلکہ کثرتِ ذکر سے مفید نتائج برآمد ہوں گے۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اذۡکُرُ اللّٰہَ ذِکۡرًا کَثِیۡرًا وَّسَبِّحُوۡہُ بُکۡرَۃً وَّ اَصِیۡلًا.

ترجمہ: اے ایمان والوں اللہ کو بہت یاد کرو اور صبح و شام اس کی پاکی بولو۔

(سورۂ احزاب آیت ۴۲۔۴۱)

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ایک اور جگہ فرماتا ہے۔ وَالذّٰکِرِیۡنَ اللّٰہَ کَثِیۡرًا وَّالذّٰکِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰہُ لَھُمۡ مَّغۡفِرَۃً وَّ اَجۡرًا عَظِیۡمًا

(سورۂ احزاب آیت ۳۵)

ترجمہ: اور اللہ کو بہت یاد کرنے والے اور یاد کرنے والیاں ان سب کے لئے اللہ نے بخشش اور اجرِ عظیم تیار کر رکھا ہے۔

ایک مومن مرد اور عورت کے لئے اس سے حسین تحفہ کیا ہوگا کہ جسے مغفرت کی بشارت مل جائے اور دنیا میں سکونِ قلب و تسکینِ جاں نصیب ہو ، یہاں ذکر میں کثرت آرہی ہے اور وہاں نعمتوں میں کثرت آرہی ہے۔

سبحان اللہ۔

فَاذْکُرُو اللّٰہُ قِیَاماً وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِکُمْ ترجمہ: پس اللہ کی یاد کرو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹوں پر لیٹے۔ (سورۃ النساء آیت ۱۰۳)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہر فرض کی ایک حد معین فرمائی سوائے ذکر کے اس کی کوئی حد نہ رکھی فرمایا ذکر کرو کھڑے بیٹھے کروٹوں پر لیٹے رات میں ہو یا دن میں خشکی میں ہو یا تری میں سفر میں اور حضر میں غناء میں اور فقر میں تندرستی اور بیماری میں پوشیدہ اور ظاہر۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے۔ ''جو اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹوں پر لیٹے اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں کہ اے رب ہمارے لئے تو نے یہ بے کار نہ بنایا پاکی ہے تجھے تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔ (سورۃ عمران آیت ۱۹۱)

مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کوئی فرشتہ حالتِ قیام میں کر رہا ہے۔ کوئی فرشتہ حالتِ رکوع میں تو کوئی فرشتہ حالتِ سجود میں نیز عالم میں کل مخلوقات انہیں تین حالتوں میں ذکر کر رہے ہیں مگر حضرتِ انسان صاحبِ ایمان کو اللہ تعالیٰ نے تینوں حالتوں میں ذکر کرنے کی قوت بخشی ہے۔ یہ شرف ہی انسان کو کل مخلوقات پر اشرف بناتا ہے غرض انسان کی پوری زندگی انہیں تینوں حالتوں سے گزرتی ہے۔ بوقتِ پیدائش کروٹوں پر لیٹا رہتا ہے، کچھ مہینے بعد بیٹھنے لگتا ہے پھر کچھ اور مہینے بعد اپنے پیروں پر کھڑے ہونے لگتا ہے۔ آخرکار اسی حالتِ اوّل کی طرف آجاتا ہے۔ یعنی فوت ہونے کے

بعد پھر دوسری زندگی کی شروعات بھی اسی طرح ہوگی کہ قبر میں لیٹایا جائیگا پھر حشر میں سب قیام کی حالت میں ہوں گے اور پھر اللہ کی دہشت وجلال سے لوگ گھٹنوں کے بل بیٹھ جائیں گے۔ اگر بندہ تینوں حالتوں میں دم بدم اس کا ذکر کرتا ہے تو گویا اس نے تینوں حالتوں کا جو شرف بخشا گیا تھا اس کا شکر بجالایا۔ کیونکہ ذکر ہی شکر کی جڑ ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن ایک آواز دینے والا، آواز دے گا کہ عقل مند لوگ کہاں ہیں؟ لوگ پوچھیں گے کہ عقل مند سے کون مراد ہے جواب ملے گا وہ لوگ جو اللہ کا ذکر کھڑے بیٹھے اور لیٹے ہوئے کرتے تھے، اور آسمانوں زمینوں کے پیدا ہونے میں غور کرتے تھے۔ کہ یا اللہ تو نے یہ سب بے فائدہ پیدا نہیں کیا، ہم تیری تسبیح کرتے ہیں تو ہم کو جہنم کے عذاب سے بچالے۔ اس کے بعد ان لوگوں کے لئے ایک جھنڈا بنایا جائے گا جس کے زیر سایہ سب جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا ہمیشہ کے لئے جنت میں داخل ہو جاؤ۔ (اصبحانی)

حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ کا ذکر اس کثرت سے کرو کہ لوگ تمہیں دیوانہ کہنے لگیں۔ (مسند امام احمد)

حضور ﷺ فرماتے ہیں اگر تم ہر وقت ذکر میں مشغول رہو تو فرشتے تمہارے بستروں اور تمہارے راستوں میں تم سے مصافہ کرنے لگیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ مفرد لوگ آگے بڑھ گئے، صحابہ نے عرض کیا مفرد کون ہیں؟ آپ

ﷺ نے ارشاد فرمایا جو اللہ کے ذکر میں والہانہ طریقے پر مشغول ہیں۔

افضل العمل: حضرت ابوالدردا رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں۔ کیا میں تمہیں تمام اعمال سے بہتر خدا کے نزدیک زیادہ پسندیدہ اور تمہارے درجات کی بلندی کے بہت بڑے سبب سونا، چاندی خرچ کرنے سے بہتر اور دشمنوں سے لڑکر مرنے اور مارنے سے بہتر چیز نہ بتاؤں صحابہ کرام نے عرض کیا ہاں! یا رسول اللہ ضرور بتائیں آپ ﷺ نے فرمایا وہ اللہ کا ذکر ہے۔ (امام احمد، ترمذی، ابن ماجہ، حاکم، بیہقی ابوالدردا)

حضرت سلمان فارسیؓ سے کسی نے پوچھا کہ سب سے بڑا عمل کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ تم نے قرآن شریف نہیں پڑھا، قرآن پاک میں ہے۔ وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ ۔ ترجمہ: اور بے شک اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے۔

(سورۂ عنکبوت آیت ۴۵)

حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں جو وقت بغیر ذکرِ الٰہی کے خالی گزر گیا بروزِ قیامت وہی ساعت حسرت کا موجب بنے گا۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جنتی کو کسی چیز کا افسوس نہیں ہوگا۔ مگر اس وقت کا جو وقت ذکرِ الٰہی سے خالی گزر گیا۔

شب بیدار ذاکر کی فضیلت: ''ان کے پہلو خواب گاہوں سے علیحدہ رہتے ہیں اس طرح پر کہ عذاب کے خوف سے اور رحمت کی امید سے وہ اپنے رب کو پکارتے ہیں اور ہماری دی ہوئی چیزوں میں سے خرچ کرتے ہیں پس کوئی نہیں جانتا کہ ایسے لوگوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا کیا کیا سامان خزانۂ غیب

میں محفوظ ہے جو بدلہ ہے ان کے اعمال کا۔ (سورہ سجدہ آیت ۱۶۔۱۷)

اللہ تعالیٰ ذاکرین کا ہم نشین: فَاذْكُرُونِىٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِىْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ترجمہ: پس تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا اور میرا شکر ادا کرو اور میری ناشکری نہ کرو۔ (سورہ بقرہ آیت ۱۵۲)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا حق سبحانہٗ کا فرمان ہے کہ میں بندے کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں جیسا کہ وہ میرے ساتھ گمان رکھتا ہے۔ جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ پس اگر وہ مجھے اپنے نفس (سانس میں) یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کو اپنی ذات میں یاد کرتا ہوں اور وہ اگر مجھے مجلس میں یاد کرتا ہے تو میں اس کو اس مجلس سے بہتر و اعلیٰ مجلس (یعنی فرشتوں کی) میں یاد کرتا ہوں۔

(بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، بیہقی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اے ابنِ آدم اگر تم مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں تجھے اپنی ذات میں یاد کرتا ہوں۔ (مسند امام احمد)

حدیث قدسی ہے "اہلِ ذکر میرے اہلِ مجلس ہیں" علمائے دین ایک مسلمان کو فرائض و واجبات کی ادائیگی کے بعد زبانی ذکر و تلاوت کے علاوہ اور کیا بتا سکتے ہیں۔ نفس، قلب اور روح و سرّ کی کنجی صرف مشائخ رکھتے ہیں۔ جو مرید زبان سے قلب سے روح سے اپنے تمام وجود سے حق سبحانہ کو یاد کر رہا ہو اسے اللہ تعالیٰ بھی کس کس انداز سے یاد فرمائے گا اس کی لذت تو

اہلِ طریقت ہی جانتے ہیں۔

وہ خوش نصیب ہیں جن کو اپنے مشائخ سے ذکر بالقلب کی دولت نصیب ہوئی ہے اور جن کی ہر سانس اپنے معبود کے ذکر میں صرف ہوتی ہے ان سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے قرب و معیت کی دولت اور کون پا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اولیاء اللہ کو لَا خَوفٌ عَلَیھِمۡ وَلَا ھُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ کے لافانی اعزاز سے نوازا گیا۔

حضور ﷺ کو ذاکرین کی ہم نشینی کا حکم: وَاصۡبِرۡ نَفۡسَکَ مَعَ الَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ رَبَّھُمۡ بِالۡغَدٰوۃِ وَالۡعَشِیِّ یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡھَہٗ وَلَا تَعۡدُ عَیۡنٰکَ عَنۡھُمۡ. ترجمہ: (اے محبوب) اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ رکھا کیجئے۔ جو اپنے رب کو صبح و شام پکارتے ہیں اور اسی کے چہرے کے ارادے رکھتے ہیں۔ (رضامندی چاہتے ہیں) آپ کی نگاہیں ان سے نہ ہٹنے پائیں۔

(سورۂ کہف آیت ۲۸)

ان آیات کے نزول کے بعد حضور اکرم ﷺ ان لوگوں کی تلاش میں نکلے۔ ایک جماعت کو دیکھا کہ اللہ کے ذکر میں مشغول ہیں۔ بعض لوگ ان میں بکھرے بالوں والے ہیں اور خشک کھالوں والے اور صرف ایک کپڑے والے ہیں۔ (ننگے بدن صرف ایک لنگی ان کے پاس ہے) جب حضور ﷺ نے ان کو دیکھا تو ان کے پاس بیٹھ گئے اور ارشاد فرمایا ''تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے میری امت میں ایسے لوگ پیدا فرمائے کہ خود مجھے ان کے پاس بیٹھنے کا حکم ہے۔'' (ابن جریر، طبرانی)

حضرت سلمان فارسیؓ وغیرہ صحابہ کرام کی ایک جماعت اللہ کے ذکر میں مشغول تھی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو یہ لوگ چپ ہو گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ کیا کر رہے تھے؟ عرض کیا کہ ذکرِ الٰہی میں مشغول تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے دیکھا کہ رحمتِ الٰہی تم لوگوں پر اتر رہی ہے تو میرا بھی دل چاہا کہ تمہارے ساتھ شرکت کروں پھر ارشاد فرمایا کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اللہ تعالیٰ نے میری امت میں ایسے لوگ پیدا کئے جن کے پاس بیٹھنے کا مجھے حکم ہوا۔

یہ کیسی روح پرور ایمان آفریں اور دل و جاں نواز خوشخبری ہے کہ اللہ کے حبیب احمدِ مختار دو عالم کے تاجدار محمد مصطفےٰ ﷺ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والوں کو تلاش فرما رہے ہیں۔ ان کے ساتھ اپنی ہم نشینی اور رفاقت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا فرما رہے ہیں۔ جن کی ایک جھلک دیکھ لینا اہل ایمان کے محبت کی معراج ہے۔ وہ ذاکرین کو تلاش فرما کر اپنی خوشنودی اور اپنی ہم نشینی کی بشارت دے رہے ہیں۔ اللہ اور رسول کے نام پر مر مٹنے والوں کے لئے کیا ذکر کی فضیلت کے لئے کسی اور دلیل کو بیان کرنے کی ضرورت باقی ہے؟

<u>ذاکروں پر رحمتِ الٰہی کا سایہ:</u> حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں جب لوگ اللہ کا ذکر کرنے کے لئے جمع ہوتے ہیں تو ملائکہ فوراً ان پر گھیرا ڈال لیتے ہیں۔ رحمتِ الٰہی ذاکروں پر سایہ فگن ہو جاتی ہے۔ ان پر سکینہ اترتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی مجلس میں ذکر کرنے والوں کا تذکرہ فرماتا ہے۔ (صحیح مسلم)

”وہی (اللہ) ہے کہ درود بھیجتا ہے تم پر وہ اور اس کے فرشتے۔“
(سورۂ احزاب آیت ۴۳)

ذاکر کی روح اس کی مرضی سے قبض ہوگی: امام ابو القاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ملک الموت ذاکر کی روح اس کی اجازت سے ہی قبض کرتا ہے۔ (رسالہ قشیریہ)

آخری کلام: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے دریافت فرمایا کہ سب اعمال میں اللہ کے نزدیک محبوب ترین عمل کیا ہے؟ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تیری اس حال میں موت آئے کہ تو اللہ کے ذکر میں رطب اللسان ہو۔ (طبرانی و بیہقی)

کلامِ آخر سے مراد صوفیاء کرام نے وہ حدیث مراد لی ہے
مَنْ کَانَ آخِرُ کَلَامِہٖ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ محمد رسولُ اللّٰہِ دَخَلَ الْجَنَّۃَ. ترجمہ: جس کا آخری کلام لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ ہو تو اس کو جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔

غافلین کا حال

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ فَاِنَّ لَہٗ مَعِیْشَۃً ضَنْکًا وَّ نَحْشُرُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَعْمٰی. ترجمہ: اور جس نے میری یاد سے منہ پھیرا تو بے شک اس کے لئے تنگ زندگانی ہے اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔
(سورہ طٰہٰ آیت ۱۲۴)

غافل پر شیطان مسلط کر دیا جاتا ہے: وَمَنْ یَّعْشُ عَنْ ذِکْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَیِّضْ لَہٗ شَیْطٰنًا فَھُوَ لَہٗ قَرِیْنٌ۔ (سورہ زخرف آیت ۳۶)

ترجمہ: اور جو شخص رحمٰن کی یاد سے غفلت کرے ہم اس پر ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں وہی اس کا ساتھی رہتا ہے۔

شیطان غافل کے قلب پر اپنا تسلّط جما کر اس کے قلب کو دار الشر بنا لیتا ہے۔

مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ

ترجمہ: وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے۔ (سورۃ الناس)

الخناس کے معنی کھسک جانے والا یہ شیطان کی صفت ہے جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو یہ کھسک جاتا ہے اور اللہ کی یاد سے غفلت برتی جائے تو دل پر چھا جاتا ہے۔

ایک بزرگ کا قصہ نقل کیا ہے کہ انھوں نے حق سبحانہٗ سے دعا کی شیطان کے وسوسہ ڈالنے کی صورت ان پر منکشف ہو جائے کہ کس طرح وسوسہ ڈالتا ہے تو انھوں نے دیکھا کہ دل کے بائیں طرف مونڈھے کے پیچھے مچھر کی شکل سے بیٹھا ہوا ہے۔ ایک لمبی سی سونڈ منہ پر ہے جس کو سوئی کی طرح سے دل کی طرف لے جاتا ہے دل کو ذاکر پاتا ہے تو جلدی سے اس سونڈ کو کھینچ لیتا ہے اور دل کو غافل پاتا ہے تو اس سونڈ کے ذریعہ وساوس اور گناہوں کا زہر دل کے اندر داخل کر دیتا ہے۔

ایک حدیث میں بھی یہ مضمون آیا ہے کہ شیطان اپنی ناک کا اگلا حصہ آدمی کے دل پر رکھے ہوئے بیٹھا رہتا ہے۔ جب وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو ذلت سے پیچھے ہٹ جاتا ہے اور جب وہ غافل ہوتا ہے تو اس کے دل کو لقمہ

بنالیتا ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا! اے لوگو لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا کثرت سے ذکر کرو۔ اور شیطانوں کو تھکا دو۔ بے شک شیطان کلمۂ طیب کے ذکر سے ایسا ہی تھک جاتا ہے جیسے کہ تم اپنے اونٹوں پر کثرت سے سواری کر کے اور ان پر زیادہ سے زیادہ بوجھ لاد کر تھکا دیتے ہو......

کلمۂ طیب کلام بھی کلمہ بھی

علمِ نحوٗ کے اعتبار سے لفظِ واحد کو کلمہ اور الفاظِ زائد کو کلام کہا جاتا ہے۔ اگر کلمۂ طیبہ کا مشاہدہ کریں تو کلمۂ طیبہ میں چھ الفاظ ہیں۔

(۱) لَآ (۲) اِلٰـہَ (۳) اِلَّا اللّٰـہُ (۴) مُحَمَّدٌ (۵) رَسُوْل (۶) اللّٰہِ

اس لحاظ سے علم نحو میں اسے کلام کہا جائے گا مگر کلمۂ طیبہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی روشن دلیل ہے اس وجہ سے بظاہر کلام کو وحدانیت کے اعتبار سے بہ باطن کلمہ کہا جاتا ہے۔

کلمۂ طیب بارِ امانت ہے

کلمہ طیب ایمان ہے، ایمان مشتق از امانت جس کا صیغہ اسم فاعل مومن ہے۔ مومن وہی ہے جو بارِ امانت کا امین ہے۔ لَا اِیْمَـانَ لِمَنْ لَّا اَمَانَۃَ لَہٗ ترجمہ: جو امانت دار نہیں وہ صاحبِ ایمان نہیں۔ (مسند امام احمد)

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ

یَحْمِلْنَھَا وَاَشْفَقْنَ مِنْھَا وَحَمَلَھَا الْاِنْسَانُ اِنَّہٗ کَانَ ظَلُوْماً جَھُوْلاً ترجمہ: بے شک ہم نے امانت پیش فرمائی۔ آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر تو انھوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے اور آدمی نے اٹھالی بے شک وہ اپنی جان کو مشقت میں ڈالنے والا بڑا نادان ہے۔ (سورۂ احزاب آیت ۷۲)

ظلوم بمعنے ظلمت و تاریکی اور جھُول بمعنے نادانی و جہل کے 'ظلوماً جھولاً' اس لئے کہا گیا کہ اپنے نفس پر ظلم و جبر کرکے اس امانت کی حفاظت بھی کرسکتا تھا اور نفس اور شیطان کے دھوکے میں آکر اس کی حفاظت سے بے خبر اور غافل بھی رہ سکتا تھا۔ اسی سبب سے مستحق ثواب وعذاب ہوا۔ جب انسان بارِ امانت اٹھا چکا تو حفاظت امانت کا عہد و پیماں لیا گیا۔ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰی اَھْلِھَا

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ حکم فرماتا ہے کہ امانتیں امانت والوں کو پہنچاؤ۔

(سورۂ النساء آیت ۵۸)

وہی بارِ امانت کا ہوا حامل بھی حافظ بھی
حواسِ قلب جس کے ہر گھڑی بیدار ہوتے ہیں

(مصنف)

جو لوگ اتباعِ رسول ﷺ اپنے نفسوں پر ظلم و جبر کرکے حفاظت امانت میں ہمہ تن مصروف ہوگئے اور ہوشیاری کے ساتھ رہزنوں سے صحیح وسلامت بچ کر نکل گئے اور امانت صاحب امانت کو بوقتِ طلب امانت

بحفاظت تمام پہنچادیں۔تو ان کو مراتبِ اعلیٰ مومن برحق انسانِ کامل کا درجہ عطا کیا گیا اور دیدارِ خدا کا شرف حاصل ہوا۔

اور جو لوگ نفس اور شیطان کے دھوکے میں آکر ان کی فرمائش پوری کرنے میں مشغول رہے اور امانت میں خیانت کر بیٹھے۔تو وہ بقدر اپنی غفلت وخیانت کے عذابِ الیم کے سزاوار ہوئے اور ان پر سے احسنِ تقویم کی چادر اتار لی گئی۔

اُولٰئکَ کَالْاَ نعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ. ترجمہ:یہ لوگ چارپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے۔ (سورۂ اعراف آیت ۱۷۹)

خود نہ سمجھا آپ کو ہوگا وہ کیونکر آدمی
آدمی ہوتا ہے اپنے کو سمجھ کر آدمی

درحقیقت حق نما تھی ہم میں خوبیوں کی
اب ہوئے ہم پیر کا ارشاد سن کر آدمی
(حق نماؔ)

لٰہذا ہر فردِ بشر پر بارِ امانت کی حفاظت فرض ولازم ہے،بغیر پیرِ کامل کے اس کی حفاظت محال ونا ممکن ہے۔

گنجِ مخفی بنولا ہے روئی اس کی نور نار
ہر آن کھچے اس کی حفاظت میں ہوشیار
(حضرت خواجہ بندہ نوازؒ)

کلمۂ طیب روح کا لباس

جس طرح بدن بغیر کپڑوں کے ننگا ہوتا ہے۔ٹھیک اسی طرح روح بھی بغیر کلمۂ طیب کے برہنہ ہوتی ہے۔روح کا لباس کلمہ طیب ہے۔جس طرح کثیف کا لباس کثیف ہے اسی طرح لطیف کا لباس بھی لطیف ہوگا۔کلمہ طیب میں دو نور ہیں۔ پہلا اللہ تعالیٰ'نور' دوسرا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ 'نور'یعنی کلمہ طیب نور علیٰ نور ہے۔اہلِ دنیا کپڑا بدن ڈھانکنے اور خوشنما دکھنے کے لئے پہنتے ہیں۔نور علیٰ نور سے خوشنما و نورانی لباس کیا ہوگا۔اہلِ دنیا نے کچھ ایسے بھی لباس بنائے ہیں جس کو زیب تن کرنے سے آگ ایک درجۂ حرارت تک اثر نہیں کرتی نہ اس پہ کسی بندوق کی گولی کا اثر ہوتا ہے، جب اہلِ دنیا کے لباس میں یہ کمال ہے تو پھر نورانی لباس میں کس درجہ کا کمال نہ ہوگا۔اس پر دنیا کی آگ ہو یا پھر دوزخ کی آگ چاہے کتنے ہی درجۂ حرارت کیوں نہ ہو اس لباس پر اثر انداز نہیں ہوسکتی۔اس لباس کی مضبوطی کے بارے میں خود اللہ تعالیٰ اسے قلعہ سے تعبیر فرماتا ہے۔اہلِ دنیا کی روح جب بدن سے نکلے گی تو برہنہ ہوگی اور کلمے والے کی روح جب بارگاہِ خداوند قدوس میں پہنچے گی تو بالباس ہوگی۔مروی ہے کہ جب صور پھونکا جائے گا تو سب قبر سے ننگے نکل کر حشر میں برہنہ جائیں گے،سوائے کلمے والوں کے،یہ نورانی لباس میں ہوں گے۔ان کا چہرہ چمکتا دمکتا ہوا عرش کے سایہ میں تخت نشیں ہوں گے۔سبحان اللہ۔جس طرح بدن کپڑے کا محتاج ہے اسی طرح روح بھی کلمۂ طیبہ کی محتاج ہے۔

کلمۂ طیب صوتِ سرمدی ہے

انسانِ ناطق سے نکلنے والی آواز کو کلمہ کہتے ہیں۔ طیب کے معنی پاک کے ہیں۔ مگر تصوف کی گہرائی میں جو غیب ہیں اسے پاک کہتے ہیں۔ کیونکہ جو چیز غیب میں ہے وہ محفوظ ہے پاک ہے۔ کلمہ طیب بمعنی آوازِ غیبی وصوتِ سرمدی کے ہوتے ہیں۔ یہ آواز اقصاء عالم کو محیط کیے ہوئے ہے۔ کائنات کے ذرہ ذرہ میں یہ صدا موجود ہے جو اس آواز سے واقف ہیں انھیں محرمِ اسرار کہا گیا اور نہ محروم کو غافل، وجودِ انسانی مانند بانسری کے ہیں جس میں نو سراخ موجود ہیں جو نفخ رحمانی کے باعث ساز میں آواز ہے۔ اٹھانوے صفت کا ظہور صفتِ حَیٌّ پر منحصر ہے۔ جب تک ساز میں آواز ہے تو حیات ہے ورنہ ممات ہے۔

زبر، پیش، زیر کی عرفانی تفسیر

زبر، پیش، زیر ان علامتوں کو 'اعراب' کہا جاتا ہے۔ جن سے حروفوں میں حرکت پیدا ہوتی ہے۔ انھیں حرکات وسکنات سے باطنی صورت ظہور پذیر ہوتی ہے جس کا تعلق انسانی زندگی و بندگی اور تمام عالم سے متعلق ہو جاتا ہے۔ مثلاً جب بچہ ماں کے بطن سے عالمِ شہود میں اپنا پہلا قدم جب رکھتا ہے تو بشکلِ 'زیر' مادرِ مہربان کے قدموں پر ہوتا ہے۔ پھر اسی حالت میں چند مہینے گزارنے کے بعد بشکل 'پیش' بحالتِ رکوع کے مانند دونوں ہاتھوں و پیروں سے اِدھر اُدھر چلنے پھرنے لگتا ہے پھر چند مہینے 'پیش' کی حالت میں گزارنے کے بعد بحالتِ قیام یعنی 'زبر' ہو جاتا ہے۔ پھر مزید عرصۂ دراز کے بعد

نوجوانی یعنی 'زبر' سے 'کھڑا زبر' بن جاتا ہے۔ پھر چالیس و پچاس سال کی عمر میں پھر 'پیش' کی طرف روانگی کرتا ہے یعنی پیشوائی کرنے لگتا ہے لوگوں کو نصیحت و وصیت کرنے لگتا ہے۔ آخر کار حالتِ اول میں منتقل ہو کر دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے۔ اب رہی بندگی کی بات تو بندگی کا مقصد یہی ہے کہ بندہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کی عظمت و بزرگی اور جلال کو پیش رکھکر اپنی خودی کے 'زبر' پنا سے بارگاہ بے نیازی میں بصد عجز و ادب سربسجود 'زیر' ہو جائے۔ نیز کل عالم انہیں تین حالتوں میں ہیں۔ مثلاً جھاڑ پہاڑ حالتِ قیام یعنی 'زبر' کی صورت پر اور چار پیروں والے جانور بحالتِ رکوع یعنی 'پیش' کی صورت میں و دیگر رینگنے والے جانور و بحری حیوان مچھلی وغیرہ 'زیر' کی حالت میں ہیں۔ ٹھیک اسی طرح عالم ملکوت کا حال بھی۔ کہ کوئی فرشتہ حالتِ 'زبر' میں، کوئی فرشتہ حالت 'پیش' میں تو کوئی فرشتہ حالتِ 'زیر' میں ہے۔ کل عالم کو تین حالتوں میں رکھنے کا سبب کلمہ طیب ہے کیونکہ

''تخلیق دو عالم ہے کلمہ''

لَآ اِلٰهَ (ہ) اِلَّا اللّٰهُ (ہ) مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ (ہ) کلمہ طیب میں چھ لفظ چوبیس حروف پر چوبیس علامتیں ہیں۔ (زبر نو مرتبہ، پیش پانچ مرتبہ، زیر تین مرتبہ، تشدید پانچ مرتبہ، جزم ایک مرتبہ، مد ایک مرتبہ) لیکن تین علامتیں (تشدید، مد، جزم) زبر، پیش، زیر کے محتاج ہیں۔ یعنی اصل حرکت زبر، پیش، زیر میں مخفی ہیں۔ جسے علمِ عرفان میں 'ھا'، 'ھو'، 'ھے' سے تعبیر کیا گیا۔ ان تینوں میں تین قوتیں پوشیدہ ہیں۔

زبر۔ نور، پیش۔ عشق، زیر۔ ذات، اس کے آگے کچھ رموز کو تحریر کرنا نا سمجھ

کے واسطے فتنہ ہوگا۔

کلمہ طیب گنجِ مخفی ہے

ذاتِ خالص حالتِ بے چوں و چراں اپنی ہی صدائے الست میں مست و پردۂ لاتعینی میں مخفی تھی کہ یکا یک اسے جنبش سی ہوئی اور ذات نے اپنے ہی نور کو علیحدہ ہوتا ہوا پائی اور مقامِ احدیت سے مقامِ وحدت میں آئی۔ اور اس کو ''ہوں'' سے ''میں ہوں'' کا علم ہوا اور یہ عقدہ کشائی ہوئی کہ وہ بے شمار گنج مخفی اور خزانے کی مالک ہے اور اپنے آپ کو سبعہ صفات سے مرصع پائی۔ (حَیٌّ، عَلِیْمٌ، مُرِیْدٌ، قَدِیْرٌ، سَمِیْعٌ، بَصِیْرٌ، کَلِیْمٌ) تو وہ اپنی ہی پہچان کی اور متوجہ ہوئی اور اپنے ہی آپ میں تنزل کی۔ ذات مقامِ اعلیٰ سے تنزل کر کے نور ہوئی اور نور سے بھید ہوئی اور بھید سے امرِ ربی یعنی موجود اپنے وجود کا اپنے ہی آپ میں ظہور فرمایا اور جب اپنی پہچان کا شوق و ولولہ ہوا تو فرطِ عشق سے وہ اپنے ہی وجود کو کھول دیا۔ یعنی خارجی صورت میں مخفی ہو کر زمین و آسمان اور تمام عالموں کا مظہر ہو گیا آپ اسے خارج میں یوں سمجھئے کہ اللہ، رسول اور محمد سے ظاہر ہوا اور داخل میں ذات، نور، بھید ہوا۔ پھر اپنی پہچان کے لئے وجودات میں واجب الوجود، ممکن الوجود، ممتنع الوجود، عارف الوجود، واحد الوجود، شاہد الوجود ہوا، یا پھر یوں سمجھئے کہ ذات، نور، سرّ، روح، دل، نفس، ہوا یعنی کلمہ طیب **لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ** ہوا۔

یہ چھ دیدار تنزلات سے اللہ تعالیٰ نے اپنی پہنچان فرمائی یا یوں سمجھو کہ 'کُنْ' سے 'فَیَکُوْنُ' ہوا۔

تعلیم خاص راز فاش

لٹائیں کیوں نہ دولتِ علمِ لدُنی کو
تصرُّف میں ہمارے اِن دِنوں ہے ملک عرفاں کا
(وطن)

اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو ایک ایک صفت کا مظہر بنایا ہے۔ کسی کو صفی اللہ کسی کو روح اللہ کسی کو کلیم اللہ اور کسی کو خلیل اللہ وغیرہ لیکن ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ذات کا مظہرِ اتم بنا کر اپنی نعمتوں کا اختتام و دین کو مکمل اور نبوت کو ختم فرما دیا۔ اس لئے ظہورِ ذات کے بعد پھر کسی نبی کی ضرورت باقی نہیں رہی اس لئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہورِ ذات کا انتہائی مقام ہے، اسی لئے صوفیاء کرام نے اسی کلمہ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے عروج و نزول کو طے کر کے ولایت کا باطنی مقام حاصل فرمایا ہے۔ چونکہ کلمہ کی ابتدا 'لا' اور انتہا 'اللّٰہ' ہے اس لئے اسم ذات اللہ ذاکر کا انتہائی مقام ہے کلمہ کے شانِ عروج کو صوفیاء کرام نے اس طرح بتایا کہ 'لا' ناسوت' عالم شہادت' واجب الوجود' مرتبہ نفس ''اِلٰہ'' ملکوت' عالم امثال' ممکن الوجود' مرتبہ دل'' اِلَّا اللّٰہ' جبروت' عالم ارواح' ممتنع الوجود' مرتبہ امرِ ربی ''مُحَمَّد'' لاہوت' عالم سرِ محمدی یعنی حقیقتِ محمدی' عارف الوجود' مرتبہ وحدت ''رسول'' ہاہوت' عالم نور' اَنَا مِنْ نُّوْرِ اللّٰہِ وَ کُلُّ خَلَائِقِ مِنْ نُّوْرِیْ واحد الوجود' مرتبہ واحدیت ''اللّٰہ'' یاہوت' عالم ذات' شاہد الوجود' مرتبہ احدیت یعنی گنج مخفی مقامِ وصلت جہاں مجازیت حقیقت میں بدل جاتی

ہے پھر اسی مقام سے بازگشت ہوا کرتی ہے، اسی عروج و نزول کے باعث کمال انسانیت کا مقام حاصل ہوتا ہے۔ مگر بغیر پیرِ کامل کسی کو کلمہ کی سیر وطیر نصیب ہوئی نہ ہو سکتی ہے۔ اور نہ طالب میں جو قوتیں بالقوہ موجود ہیں بالفعل آسکتی ہیں جب تک طالب بذریعہ کسب بواسطہ شیخ کامل اس مقام کو حاصل نہ کرے۔ تب تک 'لا' و 'اِلّا' کی حقیقت اسم و مسمیٰ کا حال ظہور و بطون کے اسرار اللہ، محمد کی یکتائی کا راز اس پر منکشف نہیں ہو سکتا۔ مرید و طالب کو چاہئے کہ پیرانِ طریقت نے جو نعمت و امانت درونِ قلب عطا کی گئیں ہیں اس کی حفاظت کریں۔ اس پر شاکر و صابر رہیں۔ کسی شک و شبہ میں مبتلا ہوئے بغیر۔ جو ذکر کا طریقہ تعلیم فرمایا گیا ہے اس پر عمل کریں یعنی یہی ذکر مذکور تک پہنچا دے گا۔

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسمِ محمد سے اجالا کر دے

(علامہ اقبالؒ)

حضور اکرم ﷺ کے اسمِ محمدؐ کے وسیلے سے مسمّٰی کی آشنائی ہو جائے گی۔ خیال رہے۔ کلمہ ' لا اِلٰہ ' میں غیر اللہ کی نفی ہے طریقہ نفی پیر کامل سے پائے بغیر بلا فہم حقیقت 'لا الہ' گر کہے تو کفر ہے۔ 'اِلّا اللّٰہ' مقام اثبات ہے اس ذکر 'لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ' کے ساتھ ہی ساتھ اسمِ اللہ کی وسعت کو بھی پیشِ نظر رکھے کہ اللہ اسم ذات مجموعہ صفات ہے اس لئے ذاکر کو مذکور کے صفات بھی پیش نظر رکھنا چاہئے ورنہ صفات کے نظر انداز ہونے سے محض اسم کے ورد سے باطن میں کوئی انقلاب پیدا ہو نہیں سکتا۔ اس حقیقت کو بھی پیشِ نظر رکھیں

کہ ذات ہمیشہ وجودی صفات سے موصوف ہے۔ مثلاً حَیٌّ، عَلِیْمٌ، مُرِیْدٌ، قَدِیْرٌ، سَمِیْعٌ، بَصِیْرٌ، کَلِیْمٌ وغیرہ۔ سب وجودی صفات ہیں برخلاف اس کے خلق عدمی ذات ہے اور عدمی صفات ہے جو وجودی صفات کا اضداد ہیں۔ مثلاً ذاتِ حق "حَیٌّ" یعنی زندہ ہے خلق اس کے مقابل میں "مَیِّتٌ" یعنی مردہ اسی طرح وہ علیم ہے اور یہ جاہل وہ قدیم ہے یہ حادث وہ قدیر ہے۔ یہ عاجز وہ سمیع ہے یہ بہرہ وہ بصیر ہے یہ اندھا وہ کلیم ہے یہ گونگا، وہ باقی ہے یہ فانی وغیرہ اسی مفہوم کے پیشِ نظر کلمہ کا ذکر جاری رکھا جائے مفید نتائج برآمد ہونگے۔ 'اِلَّا اللّٰہُ' کی وضاحت کے ضمن میں اسم اللہ کی جامعیت کو بھی قدرے واضح کر دینا مناسب سمجھتا ہوں جس کا ہر لفظ مکمل اور ہر جز معنی خیز ہے اسم اللہ چار حرفوں سے، (ا ل ل ہ) سے مشتق ہے اگر لفظ 'اللّٰہ' میں سے الف کو گرا دو تو 'لِلّٰہ' باقی رہے گا جو ذات کو ہی بتا رہا ہے۔ (لِلّٰہِ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ) اگر اللہ کا "لام اول" بھی گرا دو تو "لَہٗ" کی شکل پر رہتا ہے۔ یہ بھی ذات کو بتا رہا ہے (لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ) اگر "لام ثانی" بھی گرا دیں تو فقط 'ھو' باقی رہتا ہے۔ وہ بھی ذات کی طرف اشارہ کر رہا ہے (ھُو الاول، ھو الآخر، ھو الظاھر، ھو الباطن) جس طرح اس کا نام کسی حروف کا محتاج نہیں ایسے ہی اس کی ذات کسی کی محتاج نہیں۔ یہی اسمِ ذات کا کمال اور اس کے جامعیت کی بیّن دلیل ہے۔ برخلاف اس کے دیگر اسماء صفاتی سے کوئی حروف نکال دیا جائے تو کوئی معنی پیدا نہ ہو سکے گا۔ کلمۂ طیبہ میں اسمِ اللہ ہی داخل ہے جس کو پڑھ کر کافر مومن بنتا ہے اگر کوئی لَا اِلٰہَ اِلَّا الرَّحْمٰنُ کہہ دے یا اس کے دیگر

اسموں سے کلمہ پڑھ لے مومن نہ ہوگا مگر لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہ کہتے ہی دولت ایمان سے مالا مال ہوجاتا ہے۔ غرض "ھو" اسمِ ذات اللہ کا آخری حروف ہی نہیں آخری مقام ہے۔ جس میں ذات وصفات کی شان ظہور وبطون کا راز محض وعکس کے حقائق اسم ومسمّٰی کے اسرار پوشیدہ ہیں 'ھـو' ذکر کا انتہائی مقام ہے۔ جس سے ظہورِ ذات یعنی حقیقت محمدیہ کی معرفت حاصل ہوتی ہے اسی معرفت کے مدنظر صوفیاء کرام اس حقیقت حال کی جانب اشارہ کیا ہے کہ 'ھو' میں ظہورِ ذات مظہر اتم مُحَمَّدُ رَسُوْلُ اللّٰہِ کی حقیقت ومعرفت مضمر ہے آپ ہی روح اعظم 'برزخ کبریٰ ہیں۔ اسی حقیقت کے مدنظر سانس کی آمد میں ذکر "لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہ" اور شد میں 'ھـو' مُحَمَّدُ رَسُوْلُ اللّٰـہِ کی کشش کرائی جاتی ہے۔ 'ھـو' کی کشش کا یہی راز ہے کہ قلب میں جو حقیقت پوشیدہ ہے باطن سے ظہور میں آجائے۔ اور لطائف ستہ بیدار ہوجائے اور قلب جاری ہوجائے۔ جس طرح تخم میں درخت کے سارے کیفیات مضمر ہیں اسی طرح "ھـو" میں ذات وصفات غیب و شہادت اسم ومسمّٰی کا راز پوشیدہ ہے جب تحت وفوق کے شد ومد سے ذکر الٰہی کا تخم اگ کر عالم ناسوت پر محیط ہوتا ہے تو سالک کا سرتا پا وجود ذکرِ الٰہی کا مجسمہ بن کر مظہرِ اتم "مُحَمَّدُ رَسُوْلُ اللّٰـہِ" میں گم ہوجاتا ہے۔ غرض وجودِ انسانی میں کلمہ کی شان اور حقیقت "ھو" کی جلوہ آرائیاں ہیں جو قابلِ بیان نہیں اگر کچھ بیان ہوسکتی ہیں تو اسی طرح اشارۃً کنایۃً ہوسکتی ہیں۔

ایک صاحب طریقت بڑے بزرگ کا ارشاد ہے کہ عشقِ خداوندی میں ایک سرمست کو دیکھ کر میں اس کے پاس پہنچا تو اسے دیکھا کہ وہ بحرِ شہود میں غرق

اور بحرِ شہود میں غوطے لگا رہا ہے، میں نے اس سے پوچھا آپ کا نام کیا ہے؟ جواب دیا ''ھو'' میں نے پھر پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ جواب دیا ''ھو'' پھر میں نے پوچھا کہ آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں، جواب ملا ''ھو'' میں نے پھر عرض کیا اب آپ کہاں جانے کا ارادہ رکھتے ہیں، جواب میں فرمایا ''ھو'' ہر چیز کا جواب ''ھو'' سنتے سنتے آخر کار میں پریشان ہو گیا اور مجیب کی مراد کو نہ سمجھ سکا تو پھر میں نے عرض کیا کہ ''ھو'' سے آپ کی مراد کیا ہے۔ کیا ''ھو'' سے مراد خدا تعالیٰ ہے جس کا ملک ہے اور ہمیشہ رہے گا یہ سنتے ہی اس بزرگ نے ایک چیخ ماری اور مُردوں کی طرح گر پڑا کہ پھر نعرہ نہ لگا سکا اور ان کی جان دیدارِ شہنشاہ کے استقبال کے لئے روانہ ہوگئی۔ (یعنی فوت ہوگئے)

لہٰذا اسی لئے پیرِ کامل کی ضرورت ہے۔ تاکہ وہ اپنے علم و عمل سے طالب کے شک و شبہات اور اس کے وجود موہوم کی نفی کر کے باطنی قوت سے کلمہ کے عروج و نزول کو طے کرا کے اس کو مجسم کلمہ بنا دے تاکہ وہ باخبری سے زمین پر خلیفت اللہ اور آسمان پر روح اللہ کی طرح اپنا مقام حاصل کر سکے۔

وَماعلینا الا البلاغ

عرس مبارک

اعلیحضرت فیض درجت شیخ الواصلین عارف باللہ قطب الاقطاب حضرت خواجہ شیخ محمد حسین شاہ قادری الچشتی افتخاری الحسنی والحسینی پیر عادل بیجاپوری رحمتہ اللہ علیہ۔ کا سالانہ عرس شریف بتاریخ ۲۳ ربیع الاول صندل مالی اور ۲۴ ربیع الاول جشنِ چراغاں ہوتا ہے۔ بیجاپور شریف، ہرے گنبد، پاشاہ پور روڈ، بیجاپور نمبر ۵۸۶۱۰۲ ۔ (کرناٹک)